SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, March 01, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at 05.00 in the evening with Mr. Acting Chairman (Mir Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدۡ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولاً مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡہِمۡ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيہِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَـٰبَ
وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ

ولَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (١٢٨(فَإِن
تَوَلَّوۡاْ فَقُلۡ حَسۡبِىَ ٱللَّهُ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ‌ۖ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ‌ۖ وَهُوَ رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ

ترجمہ: اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو اللہ کی
آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ
لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ (سورۃ آلعمران آیت۔ 164)

(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے
اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔
پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں (اور نہ مانیں) تو کہہ دو کہ اللہ مجھے کفایت کرتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ (سورۃ التوبہ آیت128۔129)

Leave of Absence

جناب قائم مقام چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave Aplications جی۔

جناب پرویز رشید صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 22, 24 and 25 فروری کے اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب صابر علی بلوچ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ یکم مارچ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ عافیہ ضیاء صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ رتنا نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: حافظ رشید احمد صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج یکم مارچ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب گل محمد لاٹ نے ذاتی مصروفیات کی پر مورخہ 10، 12، 15، 19، 26 فروری اور آج مورخہ یکم مارچ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب عدنان خان نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کی تھی اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب محمد اسحاق ڈار نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر آج مورخہ یکم مارچ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ گلشن سعید صاحبہ ناسازئ طبیعت کی بنا پر مورخہ 24 اور 26 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: میڈم گلشن سعید صاحبہ آج بھی نہیں آئیں۔ جب سے وہ weight control کر رہی ہیں اس وقت سے بیمار ہیں۔

We move to Private Members' business.

میرا خیال ہے پہلے یہ کر لیں۔

سینیٹر وسیم سجاد (قائد حزب اختلاف): Rules کے مطابق یہ پہلے ہوتا ہے جی۔ میں کر لیتا ہوں کیونکہ Minister Sahib نہیں ہیں۔ جب مرضی ہو گی جواب دے دیں گے۔ میں صرف بیان کر دیتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بیان کر لیں please.

Adjournment Motion

Sufferings of people due to VIP Movement

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! میں یہ Adjournment Motion جناب کی اجازت سے پیش کرنا چاہ رہا ہوں۔ عام طور پر ایک بچے کی ولادت ہو یا بچی کی ولادت ہو تو یہ ایک بڑا خوشی کا موقع ہوتا ہے۔ مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں۔ سب رشتے دار، احباب خوش ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی یہ اذیت اور تکلیف کا باعث بھی بن جاتا ہے۔ حال ہی میں کوئی دو دن قبل جب صدر مملکت کوئٹہ تشریف لے گئے تھے تو وہاں پر وی وی آئی پی سکیورٹی کی وجہ سے جو ٹریفک روکی گئی اور ٹریفک جام ہوا۔ اس دوران ایک بچے کی پیدائش ایک رکشہ میں ہوئی۔ اس تکلیف کے بعد صدر صاحب نے بھی اور صوبائی حکومت نے بھی اس کی مدد کی کوشش کی لیکن میرا Adjournment Motion لانے کا مقصد صرف اس واقعے کی طرف توجہ مبذول کرانا نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہم سب کو درپیش ہے اور اسلام آباد میں جب وی وی آئی پی movement ہوتی ہے صدر صاحب ہوں، وزیر اعظم صاحب ہوں تو عوام کو جو تکلیف ہوتی ہے میں سمجھتا ہوں وہ آج ایوان کے سامنے پیش کرنی چاہیے کیونکہ ٹریفک کم از کم گھنٹہ پہلے بند کر دی جاتی ہے۔ میل میل لمبی لائنیں ہوتی ہیں اور ایک اخباری اطلاع میں نے اس کے ساتھ لگائی ہے اس کے مطابق 2006ء کے بعد کم از کم پانچ اموات اس وجہ سے ہوئی ہیں کہ وی وی آئی پی movement کی وجہ سے ٹریفک بند تھی اور ہمارے پولیس والے اتنے بے حس ہوتے ہیں کہ چاہے کوئی مر رہا ہو، چاہے کوئی جتنی تکلیف میں ہو، کسی نے ہسپتال جانا ہے، کسی بچے نے امتحان کے لیے پہنچنا ہے تو یہ اس کو اجازت نہیں دیتے اور مریض کی موت وہیں پر واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کئی نقصانات ہو جاتے ہیں اور کسی کو کوئی احساس نہیں ہوتا کہ تھوڑی سی، کسی وجہ سے نرمی کر دی جائے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں بلکہ ہم سب سمجھتے ہیں اور آج کل کے حالات میں اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے بہتر طریقے بھی ہوتے ہیں ۔ مجھے یاد ہے کہ میں ملائشیا گیا تھا جہاں میں نے دیکھا کہ دو موٹر سائیکل والے، صرف دو موٹر سائیکل والے، جس وقت وی وی آئی پی movement ہوتی ہے ایک آگے جا کر ٹریفک روک دیتا ہے۔ ایک منٹ پہلے چلا جاتا ہے یا دو منٹ پہلے چلا جاتا ہے، ٹریفک روک دیتا ہے۔ وی وی آئی پی گاڑی گزر جاتی ہے اور اس کے بعد ٹریفک کھول دی جاتی ہے۔

اب اسلام آباد میں چونکہ دیگر وجوہات کی وجہ سے بھی roads block ہیں۔ یہاں پر بہت بڑی بڑی شخصیات آتی رہتی ہیں۔ اس وجہ سے جو لوگوں کو تکالیف ہوتی ہیں۔ ہر کوئی اس چیز کا احساس کر رہا ہوگا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ چونکہ یہ معاملہ صدر یا وزیر اعظم کی سکیورٹی یا movement کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے کوئی ہمت نہیں کرتا کہ یہ بتائے کہ جناب اس کے اور ذریعے بھی ہیں، اور طریقے بھی ہیں کہ ہم لوگوں کو تکلیف بھی نہ ہونے دیں اور سکیورٹی بھی ہو جائے اور movement بھی آسانی سے ہو جائے۔ اس میں ایک دو گھنٹے پہلے route لگ جاتا ہے تاکہ کسی کو نہ بھی پتا ہو کہ یہاں سے کسی VIP نے گزرنا ہے تو اس کو confirm ہو جاتا ہے کہ یہاں سے انہوں نے گزرنا ہے اور جس نے تکلیف پہنچانی ہے وہ پہلے سے ہی تیار ہو جائے۔

میں خصوصاً Leader of the House سے request کروں گا، اگر میری آواز صدر اور وزیر اعظم صاحب تک پہنچے کہ وہ ہدایت کریں، کیونکہ ان کی ہدایت کے بغیر یہ کوئی نہیں کرے گا، سب لوگ گھبراتے ہیں، وہ ہدایت کریں کہ security کا بھی خیال رکھیں لیکن عوام کی تکلیف کا بھی خیال رکھیں۔ اس قسم کا کوئی طریقہ اختیار کیا جائے جیسے دیگر ممالک میں ہوتا ہے، Queen بھی انگلستان میں جاتی ہے، امریکہ کا صدر بھی جاتا ہے اور کبھی ایسی تکلیف نہیں ہوتی، بادشاہ بھی گزرتے ہیں ایسا کچھ نہیں ہوتا لیکن یہاں پر کوئی ایسا نظام بن گیا ہے کہ جب کسی VIP نے گزرنا ہوتا ہے تو کم از کم ایک، دو گھنٹے کی عوام کو تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی بیمار ہے، کسی نے امتحان پر جانا ہے، کسی نے ہسپتال پہنچنا ہے، کسی کو دل کی تکلیف ہے تو پولیس والوں کو اتنا احساس ہونا چاہیے کہ وہ اپنی گاڑی میں بٹھا کر اس کو وہاں پہنچا دیں۔

جناب والا! احساس زیاں کی بات ہے، ان کو احساس ہونا چاہیے کہ دیکھیں یہ تکلیف ہے، یہ عوام ہیں ہم ان کے خادم ہیں لیکن یہاں پر تو پولیس والا بادشاہ بنا ہوتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں صدر سے بھی زیادہ بڑا آدمی ہوں، یہاں پر میں لوگوں کی بے عزتی کروں گا لیکن کسی کو یہاں سے گزرنے نہیں دوں

گا- مجھے اس کا تجربہ ہوا ہے اور میں نے دیکھا ہے، میرے دوستوں نے اس کا تجربہ کیا ہو گا، صحافی یہاں بیٹھے ہیں، انہوں نے یہ دیکھا ہو گا کہ کتنی تکلیف ہوتی ہے جب اس قسم کی movement ہوتی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ جو ارباب اختیار ہیں، اقتدار میں ہیں وہ اس معاملے پر سوچیں تا کہ وہ اس کا کوئی بہتر طریقہ نکال سکیں اور عوام کی تکلیف کم ہو سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی قائد ایوان۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب! قائد حزب اختلاف نے adjournment motion move کی ہے اور انہوں نے اس کے contents بھی بتا دیے ہیں۔ بلاشبہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب VIP movement ہوتی ہے تو ہمیں بہت ساری problems بھی face کرنی پڑتی ہیں اور جو کوئٹہ کا واقعہ ہوا ہے اس پر حکومت نے realize بھی کیا ہے اور President of Pakistan اور وزیر اعظم صاحب نے financial aid and assistance کی بھی بات کی ہے اور اس کا notice بھی لیا۔ اب بہت سارے معاملات ایسے بھی ہیں جو ہمیں ورثے میں ملے ہوئے ہیں۔ ہم اس تجویز کو welcome کرتے ہیں۔ سجاد صاحب نے بہت ساری تجاویز دیں، جب وہ اس side پر تھے تب بھی یہ hardships تھیں لیکن ہم ان کی suggestions کو welcome کرتے ہیں کہ جو public کو hardships face کرنی پڑتی ہیں for security reasons ان کے لیے ہم ان suggestions کو لے کر چلیں گے and we would certainly want that کم سے کم عوام الناس کو تکلیف ہو جب VIPs کی movement ہو۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے اس کا notice لیتے ہوئے آگے بھی convey کر دیں۔ جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: جناب چیئرمین! آج ہولی کا تہوار ہے، ڈاکٹر کھٹومل صاحب بھی ہاؤس میں تشریف فرما ہیں، میں اپنی پارٹی اور coalition partners کی طرف سے ان کو اور ان کی ہندو کمیونٹی کو ہولی greetings دیتا ہوں۔

سینیٹر وسیم سجاد: ہم اپوزیشن والے بھی ہندو بھائیوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی پروفیسر خورشید صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں ان کے تہوار کا احترام کرتا ہوں اور ہم ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ اس adjournment motion کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو میں نے 28 جنوری کو move کی تھی اور وہ ہاؤس میں آئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ Wednesday 24th February کو وزیر صاحب OGDC کے سلسلے میں آئیں گے اور اس کو ہم take up کریں گے لیکن وہ نہیں آئے، آج شاید اجلاس کا آخری دن ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے بارے میں بھی طے کر لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آج وہ آگئے تو اچھی بات ہے، نہ آئے تو میں اسے Privileges Committee کو refer کر دوں گا۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Mr. Chairman, it was never in my knowledge and it was never intimated to me

surely I would have asked the Minister to اگر میرے علم میں یہ بات ہوتی تو be present over here. اگر آج he would not be available تو اس کو coming session میں لے لیں۔ Certainly we will like that he should come into the House.

Mr. Acting Chairman: No, we will not do that because Chair stands committed with the honourable member. Thank you very much.

جی کھٹومل صاحب! آپ ہولی greetings کے حوالے سے بات کر لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر کھٹومل: شکریہ جناب۔ آج ہمارا ہولی کا تہوار ہے اور ہندو برادری کی بہت بڑی عید ہے، اس خوشی کے موقع پر میں صدر پاکستان، وزیر اعظم، آپ کو، Leader of the House کو، Leader of the Opposition اور ہمارے جتنے معزز سینیٹرز حضرات بیٹھے ہوئے ہیں اور پریس کے ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں، سب کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں نے سمجھا تھا کہ آپ رنگ وغیرہ پھینکیں گے اور مٹھائی بانٹیں گے۔ ہم شوگر والوں کو ضرور مٹھائی کھلائیں۔

سینیٹر ڈاکٹر کھٹومل: وہ کل لے کر آئیں گے۔

جناب قائم مقام چیئر مین: سلیم سیف اللہ صاحب نہیں ہیں اور وہ اپنا بل introduce نہیں کر سکیں گے، درانی صاحب کا پانی کے سلسلے میں ہے اور اس کے بعد we move on to points of order کیونکہ بہت سے لوگ موجود نہیں ہیں۔ جی درانی صاحب آئٹم نمبر ۴۔

Motion under Rule 194

Water Shortage in Bahawalpur Division

Senator Muhammad Ali Durrani: Sir, I beg to move that this House may discuss the problem of water shortage in Bahawalpur Division due to the blockage of Satluj river.

جناب چیئر مین! میں بہت شکر گزار ہوں کہ آج مجھے اس ہاؤس میں motion کے اوپر بات کرنے کا موقع ملا ۔ جناب والا! ستلج پنجاب کا سب سے بڑا دریا تھا۔ 1961 میں راوی میں ۱۰ ملین ایکڑ فٹ پانی آیا کرتا تھا اور ستلج میں 22.98 million acre feet پانی آیا کرتا تھا لیکن 1960 میں ہونے والے Indus Water Treaty کے بعد یہ دونوں دریا خشک ہو گئے۔ سب سے پہلا issue جو میں اس معاملے میں raise کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان کی طرف سے Indus Water Treaty کی خلاف ورزی کی گئی ہے with reference to Satluj river, Indus Basin Treaty کے Annex-H کے page 25 کے مطابق جو نہریں اس Treaty کے تحت بننی تھیں ان میں تریموں اسلام لنک including the headworks for the link on the Ravi main and the Satluj main اور اس نہر کو 31st March 1968 سے پہلے مکمل ہونا تھا۔ جناب والا! آج کی تاریخ تک یہ نہر نہیں بنی اور اس نہر کے نہ بننے کی وجہ سے سلیمانکی سے لے کر پنجند تک ستلج دریا ریت کا ایک دریا بن چکا ہے اور اس کے ارد گرد ستلج کی جو valley ہے وہ ایک موت کی وادی میں بدلتی جا رہی ہے کیونکہ جب کسی دریا کو مکمل طور پر خشک کر دیا جائے، اس وقت تک تو چار سو پچاس کلو میٹر ریت کا دریا ہے اور اس کے اندر ایک قطرہ پانی بھی اس وقت موجود نہیں ۔ ستلج کے لیے دو لنک canals Indus Basin Treaty میں mention کی گئی تھیں، ایک سلیمانکی پر آتی تھی اور ایک ہیڈ تریموں سے اسلام کی طرف آتی تھی اور بلو کی سے سلیمانکی تک آتی تھی، بی ایس لنک بنی لیکن اس میں جو پانی ڈالا گیا، اس کی مقدار کم ہے جس کی وجہ سے سلیمانکی سے آگے ایک قطرہ

پانی ستلج کے اندر نہیں چلتا اور ہیڈ اسلام کے اوپر نہر ڈالنی تھی وہ نہیں ڈالی گئی جس کی وجہ سے 450 Kilometer Satluj اس وقت ریت کا دریا بن چکا ہے۔

جناب! میں پہلا نکتہ جو اس تحریک کے اندر اٹھا رہا ہوں اور یہ شاید موجودہ حکومت کی کوتاہی نہیں ہے، اس میں ماضی کی تمام حکومتوں کی کوتاہی شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک چیز جو treaty میں لکھی گئی تھی اس کو نہ کرنے کی وجہ سے بہاولپور میں اس وقت Asian Development Bank, World Bank اور دنیا کے تمام بین الاقوامی اداروں کے مطابق بچوں کی شرح اموات سب سے زیادہ ہے، جگر کی بیماریاں، hepatitis سب سے زیادہ ہے، kidney diseases سب سے زیادہ ہیں، Skin diseases and lungs کی disease سب سے زیادہ ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ستلج جب مکمل طور پر خشک ہوا اور اگر آپ اس کو بین الاقوامی تناظر میں دیکھیں تو جناب UN Convention 1997 اس چیز پر مکمل طور پر پابندی لگاتا ہے، کسی بھی ملک کے اوپر کہ آپ کسی بھی دریا کو مکمل طور پر خشک نہیں کر سکتے۔ ایک river ہوا کرتا تھا ہاکڑا جو کہ خشک ہو گیا ہے، زلزلہ آیا تو اس کا source بند ہو گیا اور اس کے نتیجے میں چولستان اور تھرپارکر وجود میں آیا۔ ایک دریا کے خشک ہونے سے پوری civilization ختم ہو گئی اور پورا علاقہ ریت کا صحرا بن گیا۔ آج پاکستان بنانے والے بہاولپور کو اور پاکستان چلانے والے بہاولپور کو اگر موت کی وادی میں بدلا جا رہا ہے ستلج کو خشک کر کے تو یہ ایک ناانصافی ہے۔

جناب والا! میں اس میں ایک اور چیز بھی واضح کر دوں کہ اس کے ساتھ ساتھ river Ravi بھی بکا تھا لیکن راوی کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہوا۔ راوی میں لاہور سے لے کر ہیڈ پنجند تک پانچ link Canals گرتی ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں تھوڑا تھوڑا پانی ہمیشہ راوی کے اندر بہتا رہتا ہے۔ اگر tail پر بہاولپور ہے، اگر tail پر جنوبی پنجاب ہے تو اس کے ساتھ یہ discrimination جناب والا! قابل توجہ ہے۔ حکومت کو اس کے اوپر فوری اقدام اٹھاتے ہوئے ستلج دریا کے اندر پانی کے بہاؤ کو یقینی بنانا چاہیے۔

جناب چیئرمین! دوسری violation جو اس سلسلے میں ہوئی وہ انڈیا نے کی ہے۔ Indus basin treaty کے مطابق پاکستان کا جو انڈیا کے ساتھ agreement تھا وہ صرف agriculture water کا تھا، وہ domestic water اور civilization water کا نہیں تھا اور یہ Indus basin treaty بالکل clearly define کرتا ہے کہ domestic water کیا ہے؟

Domestic water وہ ہے جو drinking کے لئے، civilization کے لئے، وہاں کے جو different local unions ہوتے ہیں civilization کو زندہ رکھنے والے ان کے لئے یہ پانی استعمال ہوتا ہے اور چناب اور جہلم جو دریا ہیں یہ انڈیا کے پاس نہیں ہیں لیکن انڈیا نے ان دونوں دریاؤں میں سے یہ پانی لیا ہے جبکہ وہ دریا جو پاکستان کے حصے میں آئے انڈیا ان دونوں دریاؤں سے پانی لیتا ہے اور اس کے اندر واضح طور پر یہ mention ہے لیکن جو دریا انڈیا کے حصے میں آئے ان سے پاکستان کو ایک قطرہ پانی نہیں دیا جاتا۔ اس ناانصافی کے اوپر پاکستان کو بنیادی انسانی حقوق کی بنیاد کے اوپر پوری دنیا میں آواز اٹھانی چاہیے کہ پاکستان کے وہ دریا جن کے گرد civilizations بستی ہیں UN Convention کے مطابق آپ کسی International water course کا پانی مکمل طور پر نہیں روک سکتے۔ اس کی اگر violation کی جا رہی ہے تو یہ ایک ناانصافی ہے۔

جناب چیئرمین! ان دو issues کے بعد میں ایک تیسرا ایسا issue اٹھانے لگا ہوں جو کہ اس پورے ہاؤس کے لئے بھی ایک عجیب بات ہو گی اور میرے لئے بھی یہ ایک بہت ہی عجیب بات ہے۔ جناب! میں آپ کے سامنے Irrigation department Punjab کی طرف سے officially جاری شدہ اعداد و شمار کہ نہروں کے اندر کتنا پانی چل رہا ہے، اس کا ایک عکس پیش کر رہا ہوں۔ اس کے مطابق جنوبی پنجاب کی پندرہ نہریں فورڈوا کینال، قائم کینال، اپر بہاول کینال، لوئر بہاول کینال، پنجند کینال، عباسیہ کینال، ڈی جی خان کینال، راجن پور کینال، چشمہ رائٹ بینک کینال، لوئر میلسی کینال، شندھائی کینال، لوئر پاک پتن کینال، حویلی کینال، مظفر گڑھ کینال اور ایس ایم ڈی لنک یہ تمام نہریں 9 فروری 2010 سے بند ہیں۔ یہ میں نے سرخ نشان ان پر لگائے ہیں۔ جناب والا! یہ وہ نہریں ہیں جو 50 فیصد پنجاب کو سیراب کرتی ہیں۔ یہ سب کی سب بند ہیں۔ یہ 14 نہریں ہیں، ان میں سے صرف ایک نہر چل رہی ہے جنوبی پنجاب کی جو ایسٹرن صادقیہ کینال ہے، جس میں 2641 کیوسک پانی 9 فروری کو flow کر رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں جناب والا! پنجاب کے 33 فیصد علاقے کے اندر 14 نہریں اس دن چل رہی ہیں جن پر میں نے پیلے رنگ میں جناب چیئرمین! آپ توجہ دیں گے، میں نے مارک کیا ہے۔ 14 canals چل رہی ہیں جن کے اندر 27167 کیوسک پانی 9 فروری کو بہہ رہا ہے اور لوئر باری دوآب کینال میں 4000 کیوسک بہہ رہا ہے، بی آر بی میں 2800 کیوسک بہہ رہا ہے۔ سنٹرل باری دوآب کینال میں 2244 کیوسک بہہ رہا ہے۔ اپر چناب کینال میں 6800 کیوسک، lower چناب کینال میں 2100 کیوسک، لوئر چناب کینال کا جو

فیڈر ہے اس میں 2700 کیوسک، lower جہلم کینال میں 2200 کیوسک، اپر جہلم کینال میں 4008 کیوسک، تھل کینال میں 2000 کیوسک اور علیٰ ہذا القیاس لوئر چناب کینال کے فیڈر اور ڈی ایس لنک کے اندر بھی 5500 کیوسک، 27167 کیوسک پانی 9 فروری کو 14 نہروں میں بہہ رہا ہے جو کہ 33 فیصد پنجاب کو سیراب کرتی ہیں اور 51 فیصد پنجاب کے اندر صرف ایک نہر چل رہی ہے جس میں 2600 کیوسک پانی بہہ رہا ہے۔

جناب والا! یہ 1991 کا جو water accord ہوا تھا جس کے تحت پنجاب کو 55.94 million acres feet پانی دیا گیا اور اب تک اسی تناسب سے دیا جاتا ہے، اگر shortage ہوتی ہے تو سب کے لئے ہوتی ہے، اگر نہیں ہوتی تو سب کے لئے نہیں ہوتی لیکن اس کی پنجاب کے اندر تقسیم کا کوئی فارمولا آج تک ہمارے سامنے نہیں آیا۔ 27000 کیوسک اور 2000 کیوسک، یہ فارمولا ہے تقسیم کا۔ جناب چیئرمین! میں NFC Award کے اوپر آواز اٹھا چکا ہوں کہ مرکز NFC Award اگر صوبوں کو دے دیتا ہے تو صوبوں کو اس چیز کے لئے پابند کیا جانا چاہیے کہ اس کو اسی فارمولے پر صوبوں کے اندر تقسیم کیا جائے جس فارمولے کے اوپر پیسے صوبوں کو دیے جاتے ہیں۔ آپ نے پاکستان کو چند ترقی یافتہ شہروں کا ملک بنا دیا ہے، چند بڑے شہروں کا ملک کا بنا دیا ہے وسائل کے اعتبار سے اور اب پانی کے اعتبار سے جو علاقے آپ کو 89 فیصد cotton دے رہے ہیں ان کو 2000 کیوسک ملتا ہے، جو 60 فیصد سے زیادہ گندم دے رہے ہیں ان کو 2000 کیوسک ملتا ہے۔ اسی طرح جو سب سے زیادہ sugarcane دے رہے ہیں، جو maximum ہر فصل دے رہے ہیں ان کو آپ نے پانی سے مکمل طور پر محروم رکھا ہوا ہے اور اس کا کوئی جواز جناب چیئرمین! میں نہیں دیکھتا۔ میں پاکستان کا ایک شہری ہوں، میں کسی علاقے سے کوئی تعصب نہیں رکھتا، میں ہر پاکستانی کی respect کرتا ہوں اور اس کے بعد جب یہ سرکاری اعداد و شمار بولتے ہیں کہ 27000 اور 2000 کیوسک کے فرق کے ساتھ 33 فیصد علاقے کو 27000 ملتا ہے اور 51 فیصد علاقے کو 2000 کیوسک ملتا ہے تو جناب والا! اس کا جواب مجھے کہاں سے ملے گا؟ جناب چیئرمین! میں اس ساری گفتگو کے نتیجے میں ایک بات بڑی وضاحت سے کہنا چاہتا ہوں اور بڑے افسوس سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہم جہاں جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سینیٹ کا حال تو اس وقت debating club کے برابر بھی نہیں ہے۔ صبح میں ایس۔ایم۔ ظفر صاحب سے اس issue پر بات کر رہا تھا تو انہوں نے کہا کہ debating club میں تو پھر بھی چلو first, second and third prize مل جاتے ہیں اس میں تو وہ بھی

نہیں ملتے۔ ہم بات کرتے ہیں اور ہم قومی issues کو اٹھاتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے اوپر کوئی کام نہیں ہوتا۔ جناب والا! آپ اس دو سال کے عرصے میں دیکھ لیں، فیصلے سڑک پر ہوئے یا فیصلے کورٹس میں ہوئے یا فیصلے نجی طور پر ہوئے، آپ کی پارلیمنٹ کے اندر نہ کوئی فیصلہ ہوا اور نہ کوئی discussion کہیں پر لے جا سکی۔ جناب والا! میں نے Prime Minister sahib کے سامنے NFC Award کا issue اٹھایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو صوبائی خود مختاری کا issue ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ صوبائی خود مختاری کا issue ہے، کیا پاکستان میں بسنے والے شہریوں کا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا کسی صوبے کے حکمران کا سارا حق ہے؟ کیا آپ ان غریبوں کو پانی بھی نہیں دیتے جو چولستان میں رہتے ہیں، جن کے علاقے میں ایک نہر بھی اس وقت نہیں چلتی، جن کی زمین کو طاقتور لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔ ہم اس کو بھی صوبائی خود مختاری کا issue declare کر کے dispose of کر دیں گے۔ 1968 سے ہونے والی خلاف ورزی جس نے ستلج دریا کو ریت کا دریا بنا دیا ہے، مجھے بتائیں پاکستان کا اور کون سا دریا ہے جو ریت کا دریا ہے؟ وہ صرف ایک ہی دریا ہے اور اس لیے ہے کہ وہ tail پر بیٹھے ہوئے لوگ ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے پاکستان کو 40 ارب روپے دیے تھے، اس لیے کہ انہوں نے پاکستان میں سرکاری ملازمین کو دو سال کی تنخواہیں دی تھیں، اس لیے کہ انہوں نے پاکستان بنتے وقت انڈیا کی ہر offer کو ٹھکرا دیا تھا۔ اس لیے کہ وہ tail پر بیٹھے ہوئے لوگ ہیں، ان کی زمینوں کو نیلام کر دیا جائے۔ NFC Award میں سے ہمارا حصہ، بہاولپور ڈویژن کا حصہ 54 ارب روپے بنتا ہے۔ اس سال ہمیں development کی مد میں ایک ارب ملا۔ جناب والا! اس کا جواب اگر صوبائی خود مختاری میں ہے تو پھر یہ صوبائی خود مختاری اس ملک کو کچھ نہیں دے سکے گی۔ ہمیں اس ملک میں انصاف کی بنیاد پر وسائل کو تقسیم کرنا ہوگا۔ اس سال پانی کی 30% shortage تھی جبکہ میرے علاقے کو پانی 70% کم ملا ہے۔ جناب والا! میں وزیر محترم سے کہوں گا کہ وہ اس پر inquiry کروائیں کہ اگر ایک علاقے میں total shortage 30% کی ہے اور اس کو آپ 70% پانی کم دیتے ہیں اور بالخصوص اس موقع پر جب اس علاقے کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور جناب والا! پانی کی تقسیم یعنی irrigation کا formula بھی سن لیں۔ Under soil water, rain water and quality of mud پر irrigation define ہوتی ہے۔ بہاول کنال کے لیے 3 cusec per thousand acre water defined ہے، جس میں سے 70% کم ملا ہے۔ مظفر گڑھ میں 8 cusec ہے۔ اوپر آتے جاتے جائیں تو یہ cusec بڑھتے جاتے ہیں اور یہ

11 سے 16 cusec تک جاتی ہیں۔ سندھ میں rice canal میں 11 cusec ملتا ہے۔ مجھے کسی کوملنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں جناب والا! یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کون سا فارمولا ہے جہاں پر rainfall negligible ہے، جہاں پر under soil water جس میں مزید سنکیا شامل ہو گیا ہے دریا بند کرنے سے اور وہاں کے لوگ مر رہے ہیں اور پانی کی حالت یہ ہے کہ جہاں پانی 20 feet پر ہوتا تھا اب وہاں پر 120 feet پر چلا گیا ہے۔ وہاں پر کوئی recharging of water نہیں ہو رہی ہے۔ وہاں پر شیشم کے درخت خشک ہو ہو کر گر رہے ہیں۔ وہاں پر لوگ مر رہے ہیں۔ ایسی صورتحال میں آپ فروری کی نو تاریخ کو وہاں پر تمام نہریں بند کر دیتے ہیں اور ایک چھوٹے سے علاقے کی تمام نہریں چلا دیتے ہیں۔ جناب! اس کی کوئی justification, اس کا کوئی جواز ہونا چاہیے۔ پانی کی Treaty Federal Government نے 1991 میں کرائی تھی۔ اس کی implementation کو صوبوں کی سطح پر یقینی بنانا Federal Government کی آئینی ذمہ داری ہے۔ کیا ہم اس کے لیے جلوس نکالیں؟ میں ستلج کی belt پر جو کہ اس وقت ریت کا دریا ہے، آپ پورا سال اس belt پر جلسہ کر سکتے ہیں۔ اگر جناب والا! ضرورت پڑی تو اس پورے ستلج کی belt پر پورے سوا کروڑ بہاولپور کے عوام مجبور ہو کر آ کر بیٹھ جائیں گے کیونکہ وہ ریت کا دریا ہے۔ ہم نے اس پر ایک walk کی اور آپ حیران ہوں گے جناب چیئرمین! کہ پورا سال ہم نے اس میں ایک قطرہ پانی کا نہیں دیکھا اور آج بھی یہی صورتحال ہے۔ بہاولپور کی تمام نہروں میں آپ جب چاہیں پوری marathon کرا سکتے ہیں کیونکہ وہ ساری خشک ہے۔ یہ کون سا انصاف ہے جناب چیئرمین؟ میرا اس issue کو اٹھانا اور اس issue کے اٹھانے کے نتیجے میں اس علاقے کے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور اس سے متعلق تمام اعداد و شمار میرے پاس موجود ہیں جو کہ میں نے آپ کی خدمت میں رکھ دیے۔ UN کی convention بھی موجود ہے، Indus Basin Treaty بھی موجود ہے، اس بنیاد پر میں اس معزز ایوان سے یہ درخواست کروں گا؛

نمبر ایک۔ ہمیں immediately حکومت سے یہ کہنا چاہیے کہ فوری طور پر Indus Basin Treaty کا جو پاکستانی element ہے اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ جناب والا! جب Indus Basin Treaty ہوئی تھی تو پاکستان کو اس Treaty کے تحت 35.99 billion rupees ملے تھے۔ جس میں UK, India, USA, Australia, Canada, Germany and New Zealand شامل تھے۔ 1960 میں 35.99 billion rupees ملے تھے۔ ان پیسوں پر حق کس کا

تھا؟ جن کے دریا گئے تھے۔ اس کے نتیجے میں اگر کوئی ڈیم بنے، اس کے نتیجے میں اگر پانی کا کوئی system بنے تو اس پر پہلا حق ان کا ہے جو اس سے متاثر ہوئے۔ جناب والا! یہ پینتیس ارب تو خرچ ہو گئے لیکن وہ لوگ جن کا پانی بک کر یہ پیسے ملے تھے وہ آج تک پیاسے ہیں۔ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں۔ میں نے ایشین ڈویلپمنٹ بنک کی ایک رپورٹ دیکھی اس کے مطابق اور پنجاب حکومت کی رپورٹ کے مطابق پنجاب کے اندر پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات اوسطاً 72 فی ہزار ہے جبکہ بہاولپور کے اندر، طارق صاحب آپ ہنس رہے ہیں، غریبوں کی موت پر لوگ ہنستے ہی ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: طارق صاحب دوسرے قسم کے پانی بہت استعمال کرتے رہے ہیں bottled water۔

سینیٹر محمد علی درانی: اس کے لیے جناب والا! بہاولپور کے اندر پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات فی ہزار 142 ہے، دوگنی ہے۔ خط غربت سے نیچے رہنے والوں کی تعداد بہاولپور میں ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے مطابق 51 فیصد ہے جبکہ پورے ملک میں 29 فیصد ہے۔ حکومت 26 سے 29 فیصد کے درمیان بتاتی ہے۔ اس وقت شرح خواندگی پنجاب میں 62 فیصد claim کرتے ہیں اور 57 سے 52 فیصد۔ بہاولپور میں حکومت پنجاب کے مطابق شرح خواندگی 34 فیصد ہے۔ جناب والا! یہ ساری discrimination وہ علاقہ جس کی خواندگی سب سے زیادہ تھی جب ون یونٹ بنا، جس صوبے کا سب سے surplus بجٹ پورے پاکستان میں تھا وہ ایک بہاولپور تھا۔ جب پاکستان بنا تو پاکستانی فوج کو کھڑا کرنے کے لیے بہاولپور نے سب کچھ دیا اور آج کے حساب سے چالیس ارب روپے حکومت پاکستان کو تنخواہیں دینے کے لیے دیئے۔ کیا اس علاقے کی ان تمام قربانیوں کا ریٹرن اس شکل میں دیا جا رہا ہے کہ پانی بند، پیسہ بند، روٹی بند اور تعلیم بند۔ جناب والا! یہ بہت بڑی ناانصافی ہے۔ اس کا الزام کسی ایک حکومت کو نہیں دیا جا سکتا۔ میں بالکل وضاحت سے کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی ایک حکومت اس کی ذمہ دار نہیں ہے۔ یہ ایک perpetual ظلم ہے جو مسلسل ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین! میں آج یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ جب ہماری حکومت تھی تو ہم پر بہت الزامات لگتے تھے کہ آپ کی تو ڈکٹیٹر شپ کی حکومت ہے۔ ادارے ربڑ سٹمپ بنے ہوئے ہیں ہمیں بھی اندر سے کبھی کبھی احساس ہوتا تھا کہ شاید ایسا ہی ہے۔ اس guilt میں ہم رہتے تھے۔ آج ماشاءاللہ ہماری

حکومت کے بعد انتخابات ہوئے، اس کے نتیجے میں جو حکومت آئی اس کو سب نے کہا کہ یہ ایک جمہوری حکومت ہے، یہ عوام کی حکومت ہے، عوام کی منتخب حکومت ہے۔ میں اس حکومت سے ایک درخواست کرنا چاہوں گا کہ وہ ادارے جن کا احترام،وہ وزیراعظم جس کے اختیار کے بارے میں اس وقت بہت سی باتیں ہیں۔ آج پھر ان اداروں اور ان منتخب شخصیات کی حیثیت کے اوپر بہت سے سوالات اٹھتے ہیں، یہ ادارے کچھ نہیں کر رہے، ان اداروں کا اختیار کچھ نہیں ہے، یہ کوئی amendment نہیں کر سکے، الا بلا۔ میں کسی controversial issue کو touch کئے بغیر اپنی گفتگو کو اس چیز پر ختم کرنا چاہوں گا کہ اس ہاؤس میں، میں نے جو issue اٹھایا ہے یہ بنیادی انسانی حقوق کا issue ہے۔ یہ مملکت پاکستان کے معاہدوں کا issue ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کے درمیان وسائل اور حقوق کی تقسیم کا issue ہے۔اس کو کسی سیاسی اختلاف کی نظر نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس issue پر اگر بات ہو تو میرٹ پر ہونی چاہیے۔ اس issue پر اگر اقدامات اٹھائے جائیں تو انہیں right direction میں اٹھانا چاہیے۔

جناب والا! تین اقدامات کا میں آخر میں repeat کرکے اپنی گفتگو کو وقت کے اندر اندر سمیٹوں گا جو مجھے جناب نے دیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ Indus Basin Treaty کی روح پر عمل کرتے ہوئے فوری طور پر تریموں سے ہیڈ اسلام تک ایک لنک کینال بنائی جائے، جس کا پانی ستلج میں پنجند تک جائے، آگے جا کر پھر نکال لیں۔ اسی طرح ہیڈ سلیمانکی سے لے کر ہیڈ اسلام تک ستلج کے اندر وہ minimum quantity of water رہنی چاہیے، جتنی راوی میں رہتی ہے یا جتنی دنیا کی بین الاقوامی treaty کے مطابق ہونی چاہیے۔ میں وہ figures بھی بتا سکتا ہوں لیکن اس وقت میں چاہتا ہوں کہ حکومت اس کو خود calculate کرکے اس کی روانی کو یقینی بنائے، ستلج کو چلنا چاہیے اور انشاء اللہ ستلج چلے گا۔

دوسری بات، میں یہ درخواست کرنا چاہوں گا کہ انڈیا نے جو ہمارا domestic use کا پانی، cultivation کا پانی روکا ہے اس پر ہمیں اپنی گلیوں میں، اپنے بازاروں میں، اپنے دریاؤں پر اور اپنے تمام بین الاقوامی اداروں میں اور انڈیا کے ساتھ اس issue کو اٹھانا چاہیے۔ Indian delegation آیا ہے انہوں نے ہیڈاسلام کے مقام پر خود آکر مشاہدہ کیا ہے کہ ستلج بالکل خشک ہے اس کے لیے دونوں حکومتیں ذمہ دار ہیں، حکومت پاکستان اور حکومت انڈیا۔

تیسری چیز یہ ہے کہ 1991 کے Accord کے تحت پنجاب میں پانی کی تقسیم، وہاں کے تمام علاقے، وہاں کی crop intensity, rain fall اور under soil water کی availability کے فارمولے کے تحت مرکز کو کمیشن بنا کر اس چیز کو یقینی بنانا چاہیے کہ پنجاب کے اندر جو پانی کی تقسیم ہو رہی ہے وہ اسی فارمولے کے تحت ہو جس فارمولے کے تحت پنجاب کو اس کا حصہ مل رہا ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ پروفیسر خورشید احمد۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عزیز بھائی درانی صاحب نے ایک بہت اہم مسئلے کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ اس وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ پانی کے مسئلے کو اس کے پس منظر میں دیکھا جائے۔ بلاشبہ ان کا focus پنجاب کا ایک علاقہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علاقہ محروم بھی ہے اور مظلوم بھی ہے اور اس کی محرومیوں کو دور ہونا چاہیے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی اجازت سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ سینیٹ کو، خاص طور پر اس کی جو سٹینڈنگ کمیٹی برائے زراعت ہے اسے اس مسئلے کو take up کرنا چاہیے اور اس کی تینوں dimensions ہمارے سامنے رہنی چاہئیں۔ پہلی چیز یہ کہ Indus water treaty میں بہت خامیاں تھیں۔ ایک فوجی آمر کے زمانے میں یہ کسی نیشنل ڈبیٹ کے بغیر sign کی گئی لیکن جو کچھ اس میں موجود ہے اور جس طرح اس کا implementation ہونا چاہیے تھا وہ بھی نہیں ہوا۔ اس میں تمام حکومتیں شامل رہی ہیں بلکہ میں یہ بات کہوں گا کہ حکومتوں کی ذمہ داری تو ہے لیکن اس کی بنیادی وجہ یہ رہی ہے کہ اس ملک میں ایک خاص طبقہ فیصلہ کن مقام پر رہا ہے۔ اس نے اپنے مفادات کا تحفظ تو خوب کیا ہے لیکن ملک کے عوام کی کیا ضروریات ہیں، ملک کے مختلف علاقوں کی کیا ضروریات ہیں فی الحقیقت اس کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ پہلی چیز Indus water treaty کے تحت جو کچھ ہمارا حق ہے وہ ہمیں ملے۔ اس کے لیے ہندوستان سے مذاکرات، ہندوستان پر دباؤ، بین الاقوامی رائے عامہ کو mobilize کرنا اور بین الاقوامی قانونی اداروں کو جو International treaties کے نفاذ کی ذمہ داری رکھتے ہیں ان کو invoke کریں، یہ تمام چیزیں اس کا حصہ ہیں۔

دوسرا مسئلہ بحیثیت مجموعی پاکستان میں پانی کا مسئلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقسیم کے وقت جو پانی کی quantity ایک فرد کے لیے available تھی آج اس کا صرف بیس صد ہے۔ آج اگر ہم نے

آنکھیں نہ کھولیں تو حقیقت یہ ہے کہ ہم بڑی تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ پانی کا source کشمیر، جب تک وہ مسئلہ حل نہیں ہوتا ہماری رگ جاں ہندوستان کے قبضے میں رہے گی۔آپ پورے علاقے کے بارے میں کوئی صحیح، منصفانہ پروگرام نہیں بنا سکتے جب تک اس مسئلے کو حل نہ کیا جائے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس contact کو بھی سامنے رکھا جائے اور اس معاملے میں جو کمزوری دکھائی گئی ہے ، خصوصیت سے پچھلے دس سالوں میں، جس کا ناقابل تلافی نقصان ملک کو پہنچا ہے، وقت آگیا ہے کہ پارلیمنٹ، پوری قوم اپنے حق کے لیے اٹھے اور اس بات کی بھرپور کوشش کرے کہ ہمیں صحرا میں تبدیل نہ کیا جائے۔

تیسری چیز جناب والا! پاکستان کے مختلف صوبوں اور مختلف علاقوں کے درمیان، وہاں بھی یہ چیزیں سامنے رکھ کر کہ rain water کی کیا پوزیشن ہے، river water کی کیا پوزیشن ہے اور soil water کی کیا پوزیشن ہے۔ ان تینوں sources کو سامنے رکھ کر ایک منصفانہ پالیسی بنانے کی ضرورت ہے ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پنجاب اور سندھ کے درمیان، سرحد اور پنجاب کے درمیان، ہر صوبہ اپنے اپنے انداز میں مسئلے کو اٹھا رہا ہے۔ ہر علاقہ ہمارا علاقہ ہے، ان کی ضروریات کو پورا ہونا چاہیے اور مل بیٹھ کر جو وسائل ہمارے پاس ہیں ان کی منصفانہ تقسیم کا نظام بھی بنایا جائے اور ensure کیا جائے کہ اس نظام پر عمل ہوگا۔ یہ تینوں dimensions بہت ضروری ہیں۔ میں یہ تجویز کروں گا کہ سینیٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی کو فی الفور step لینا چاہیے ، سینیٹ کمیٹی کو اسے refer کرنا چاہیے تاکہ وہ بیٹھ کر experts involve کریں، تمام صوبوں کی نمائندگی اس میں موجود ہو اور ان تینوں issues کے بارے میں ایک workable plan حکومت کو دیں ۔ حکومت کے بارے میں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان دو سالوں میں حقیقت یہ ہے کہ بنیادی مسائل جو اس ملک کے ہیں، عوام کی جو مشکلات ہیں انہیں ہم نے نظرانداز کیا ہوا ہے۔ Lack of policy, lack of good governance, incompetence and corruption یہ چار ہمارے بنیادی مسائل ہیں۔ خدا کے لیے ان کو face کیجیئے ورنہ مجھے ڈر ہے کہ جمہوریت کی جو نعمت ہمیں حاصل ہے وہ خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ مولانا حیدری صاحب، اس کے بعد سینیٹر طارق عظیم صاحب۔ پانی کا مسئلہ کافی اہمیت کا حامل ہے، ہندوستان نے ایسا رویہ اختیار کیا ہے کہ جو ملک میں بھی مسائل پیدا کر دے گا اور ہمیں اندرون خانہ دست و گریباں کر دے گا۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین! درانی صاحب نے، جنوبی پنجاب کے حوالے سے پانی کے مسئلے پر جو گفتگو کی یقیناً جنوبی پنجاب، تنظیمی کارکن کی حیثیت سے میں بھی جاتا رہتا ہوں اوراس مشکل کے حوالے سے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں بہرحال لوگ اپنی مشکلات بتاتے رہتے ہیں کہ بہت زیادہ علاقہ ہمارا بنجر ہوتا جارہا ہے۔ ان کی بات اپنی جگہ پر درست ہے۔ میں ان کی تائید کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ بلوچستان کی بات بھی میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ایک تو ہمیں جو پٹ فیڈر کینال اور کیرتھر کینال سے پانی ملتا ہے وہ بھی جو ہمارا دریائے سندھ میں جو کوٹہ ہے وہ ہمیں پورا نہیں ملتا۔ گزشتہ ایام میں صوبائی حکومت نے بھی بڑا احتجاج کیا تھا کہ ہمیں ہمارے حصے کا پانی نہیں مل رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ وزیر صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کچھی کینال کا ایک عرصے سے ہم سن رہے ہیں کہ اس پر کام ہو رہا ہے۔ پچھلی حکومت میں یقیناً اس پر کچھ کام ہوا تھا لیکن اب تک ہمارے علاقے میں اس کا کام شروع نہیں ہوا، وہاں تک نہیں پہنچا۔ بہرحال ایک نسل تو ہماری ختم ہو گئی اس انتظار میں کہ کچھی کینال سے پانی آئے گا اور پورا کچھی، سبی، جھل مگسی اس سارے علاقے میں پانی آئے گا اور اس انتظار میں کئی نسلیں اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اب بھی شاید مجھے اندازہ نہیں ہے۔ اس حوالے سے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ پانی کا مسئلہ روز روز زیر بحث رہتا ہے۔ ہم نے ہمیشہ ہر مسئلے کو ad-hocism کے طور پر لیا ہوا ہے۔ وقتی طور پر مسئلے کو حل کر دیتے ہیں لیکن اس کی بنیاد پر ہم توجہ نہیں دیتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے کوئی اچھی حکمت عملی بنانی چاہیے تاکہ صوبوں کی شکایات دور ہوں۔ اس حوالے سے میں وزیر صاحب سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ کم از کم کچھی کینال کے حوالے سے آج وہ ہمیں بتائیں، اس ہاؤس کو بتائیں کہ اس پر کام ہو رہا ہے، نہیں ہو رہا تو کب ہونا ہے؟ کب تک ہمارے علاقوں تک یہ کینال پہنچ سکتا ہے۔

جناب چیئرمین! آپ اس صوبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلوچستان کا ایک چھوٹا سا علاقہ نہری نظام میں آجاتا ہے۔ پٹ فیڈر، عیسٰی محمد، ڈیرہ مراد میں، ڈیرہ اللہ یار سارے علاقے سبی تک، باقی سارا علاقہ جو بلوچستان آدھا پاکستان ہے وہ بارانی علاقے ہیں۔ جہاں بجلی ہو گی تو کوئی زراعت ہو گی، بجلی نہیں ہو گی زراعت نہیں ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ میں راجہ پرویز اشرف صاحب سے کہوں گا اور اس چیز کا بھی notice لیں کہ National Water shed policy کا بھی کوئی پروگرام بنائیں، اس سلسلے

میں بھی ہاؤس کو اعتماد میں لیں، مستقبل میں دنیا کا پانی، خوراک اور انرجی کے ارد گرد گھومنے لگا ہے۔ جی طارق عظیم صاحب۔

سینیٹر طارق عظیم: شکریہ جناب چیئرمین۔ کہا جاتا ہے کہ next جو دنیا میں لڑائیاں ہوں گی Certainly they will be fought for clean air and clean water. ہماری کشمیر کے سلسلے میں انڈیا کے ساتھ تین جنگیں تو ہو چکی ہیں لیکن میرا خیال ہے next جنگ شاید جو ان کے ساتھ کرنی پڑے وہ پانی کے سلسلے میں ہو گی۔ میرے بھائی نے ابھی بات کی کہ انڈیا violation کیے جا رہا ہے، violation after violation. میں آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ ہم اس کو seriously نہیں لے رہے، جو ہمارا Indus Basin Treaty ہے اس کے بارے میں جو ہمارے حقوق ہیں ، ہمیں جس طریقے اس معاملے کو لینا چاہیے، اس کو جیسے internationally اجاگر کرنا چاہیے اور کورٹ میں لے کر جانا چاہیے، وہ ہم نہیں کر رہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ابھی recently ہم نے decide کیا ہے اور راجہ صاحب اس کے بارے میں کچھ فرمائیں گے کہ James Crawford صاحب جو Indus Water Treaty میں ہمارے leading lawyer تھے، وہ British lawyer ہیں اور وہ پاکستان کا case plead کرتے تھے، ان کو replace کیا جا رہا ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ کو حیرانگی ہو گی کہ پچھلے کئی ماہ سے ابھی تک ہم ان کی replacement نہیں کر پا رہے اور یہ جو ساری فائل it is shuttling within various Ministries and I understand that for the last few months یہ فائل اب Ministry of Law میں پڑی ہوئی ہے، وہاں پر کوئی Additional Secretary صاحبہ کئی ماہ سے اس پر بیٹھی ہوئی ہیں اور ہم ابھی تک decide ہی نہیں کر پا رہے کہ کس کو lead lawyer appoint کرنا ہے۔ یہ بڑی شرمناک بات ہے کہ ہمارا case ہے، it is going by the fault انڈیا وہاں پر ڈیم پر ڈیم بنائے جا رہا ہے اور ہم اپنے حقوق کے بارے میں بات بھی نہیں کر سکتے، اس لیے کہ اب ہمارے پاس کوئی leading lawyer نہیں ہے۔ میں راجہ صاحب کو یہ suggestion دوں گا کہ کوشش کیجیے کہ اگر اس میں بہت سی Ministries involve ہیں تو ایک joint team بنا لیجیے لیکن خدارا اس کی appointment میں further delay نہ کیجیے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ عبدالرحیم خان مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے پانی کے ایک بہت اہم مسئلے پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جیسے ہمارے دوست پانی کی اہمیت کے حوالے سے فرما رہے ہیں اور پھر ہمارے ملک میں پانی کے بارے میں جو Indus Basin Treaty ہوئی، اس میں ہمارے پانی کو بھارت والے لے گئے اور ہم یہ بات کر رہے ہیں کہ وہ ناجائز تھا اور ہمارے دریا خشک ہو رہے ہیں۔ جناب والا! ہمارے اپنے ملک میں کیا حال ہے۔ میں اتنا عرض کروں گا کہ اس میں ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس مسئلے کو تو یہاں لیا جاتا ہے کہ پانی کا مسئلہ ہے۔ پنجاب کہتا ہے کہ اس نے اس کو پانی میں سے زیادہ حصہ دیا، سندھ والے کہتے ہیں کہ پانی چشمہ لنک کینال میں جا رہا ہے اور سندھ کو پانی نہیں مل رہا۔ اس طرح سے وزرائے اعلیٰ بتاتے ہیں کہ انہوں نے بڑی قربانی دی یا فلاں کیا۔ ہمارے ملک میں انصاف ہونا چاہیے۔ ہم سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ غریب ہیں لیکن ایک دوسرے کے باہمی حقوق کا احترام اور تحفظ کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر آپ حقوق تسلیم نہیں کرتے تو اسی سے تنازعہ، شور پیدا ہوتا ہے۔

جناب والا ۱۹۹۱ء کے معاہدے کی یہاں بہت بات ہوتی ہے اور ہر کوئی اس پر انحصار کرتا ہے کہ پانی کا ۱۹۹۱ء کا معاہدہ ہوا ہے، لہٰذا اس پر ہم چلیں گے۔ ۱۹۹۱ء میں اسے اکیس یا تئیس مارچ کو نواز شریف صاحب نے ایوان میں پیش کیا۔ ہم نے اسی وقت اس پر اعتراض کیا اور جناب والا! ہم اس معاہدے کو نہیں مانتے۔ یہ قانونی بھی نہیں ہے، legitimate بھی نہیں ہے اور آئین کے مطابق بھی نہیں ہے۔ جناب والا! یہ سی سی آئی میں nominal پیش ہوا ہے لیکن Council of Common Interests پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہے۔ یہ معاہدہ پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا گیا۔ اس کی منظوری پارلیمنٹ نے دینی تھی، پارلیمنٹ نے نہیں دی۔ یہ تو اس کا مجموعی، قانونی اور آئینی پہلو ہے لیکن واقعاتی طور پر آپ ذرا پتا کریں کہ پانی آکھاں سے رہا ہے؟ آپ نقشہ لائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ تمام پانی بنیادی طور پر پشتونخواہ کی سرزمین سے آ رہا ہے۔ یہ جو بڑے پہاڑ ہیں، یہ جو دریا بہہ رہے ہیں، انڈس ہے، سوات ہے، پنجگوڑہ ہے اور پھر گومل ہے، باڑہ ہے اور کرم ہے، پھر ژوب ہے اور پھر موسیٰ خیل ہے، حتیٰ کہ آپ سبی تک جائیں۔ جناب والا! میں صرف ایک بات عرض کروں گا۔ اٹک کے خیر آباد پل سے ۹۳ ملین کیوسک پانی بہہ رہا ہے لیکن آپ پتا کریں کہ ۹۳ ملین کیوسک پانی

میں سے پشتونخواہ کی زمین کو کتنا پانی دیا گیا ہے۔ آپ ایوارڈ میں دیکھیں گے کہ یہ آٹھ فیصد بھی نہیں بنتا۔ آٹھ ملین کیوسک نہیں بنتا۔ یہ ایسا معاہدہ ہے کہ پانی کے مالک ، upper riparian کو جو پانی ملا ہے، وہ آٹھ ملین کیوسک ہے۔ مجموعی طور پر یہ آٹھ فیصد بنتا ہے۔ جب آپ غازی بروتھا جائیں تو آپ دیکھیں گے۔ پانی کا بین الاقوامی قانون ہے کہ کسی دریا کو اس طرح خشک نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے flora اور fauna کو ضرر پہنچے۔ آپ اٹک کے پل پر بیٹھ کر انڈس کی حالت دیکھیں، آپ کو وہاں ریت نظر آئے گی۔ جیسا کہ درانی صاحب نے ستلج کے بارے میں بتایا۔ ستلج کی تو بہت دور بات بنتی ہے۔ یہاں انڈس، اباسین پر ریت ہے اور وہاں اب لوگ اپنے مکانات بنا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہو رہی ہے کہ یہ پانی اکھوڑی کے پاس اور اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ یہ پانی اسلام آباد بھی پہنچایا جائے۔ انڈس کے شمال سے لے کر ڈیرہ اسماعیل خان تک ایک سو میل سے زیادہ علاقے میں، انڈس کے دائیں طرف پانی نہیں جا رہا۔ تمام پانی بائیں طرف ہے۔ جناح بیراج بھی بائیں طرف، چشمہ بیراج بھی، تونسہ بیراج بھی، گدو بیراج بھی، اس کے بعد سکھر بیراج اور کوٹری بیراج بھی بائیں طرف ہے۔ یہ تمام پانی بائیں طرف ہے اور دائیں طرف کتنا ہے؟ چشمہ رائٹ بینک کینال میں چار ہزار آٹھ سو میگاواٹ، میگا واٹ نہیں، کیوسک پانی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے اتنے میگاواٹ کا نام لیا، میرا دل خوش ہو گیا کہ کتنی بجلی ہو گئی۔

سینیٹر عبد الرحیم خان مندوخیل: چار ہزار آٹھ سو کیوسک فٹ پانی تمام پشتونخواہ سرزمین کو مل رہا ہے۔ اب ہمارے دوست کہتے ہیں اس خرچ ہونے والے پانی کا آبیانہ دیا جائے۔ اس پانی پر تو ہمارا حق ہے، وہ ہمیں ملنا چاہیے۔ جناب والا! جب یہاں کوئی بات کرتا تو ۱۹۹۱ء کے ایوارڈ کی بات کرتا ہے ۔ ہم خاموش رہتے ہیں۔ ہر موقع پر تو بات نہیں ہو سکتی۔ میں قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ممبران سے request کروں گا کہ آپ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیں۔ ٹھیک ہے، ہمارے ملک میں سیاسی طور پر ایسے مسائل سامنے آئے ہیں کہ ہم لوگ حساب سے نکلے جا رہے ہیں۔ اس طرح ہو رہا ہے کہ جیسے اس کا کوئی حساب ہے ہی نہیں لیکن ہمارے وسائل ہیں اور لوگ دیکھ رہے ہیں کہ وسائل ہونے کے باوجود ان کو نہ روٹی ملتی ہے، نہ زراعت کے لیے ان کو پانی مل رہا ہے اور نہ ان کے لیے کوئی اور چیز ہے۔ وہ پھر ہماری بات تو نہیں مانیں گے۔ میری یہ معروضات ہیں۔ پانی کا مسئلہ جب بھی آئے

تو اس میں ایک بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ سب سے زیادہ حقدار upper riparian پختونخواہ کی سرزمین ہے اور وہاں سے ہی پانی آرہا ہے اور اس میں اس کا جو حق ہے، اس کے مطابق اسے حصہ ملنا چاہیے۔ مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ مہربانی۔ آغا صالح شاہ صاحب، اس کے بعد رضا ربانی صاحب۔ یہ بڑا serious subject ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے نماز کے بعد بھی جاری رکھنا ہوگا۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! میں مختصراً چند معروضات گومل ڈیم کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر موصوف کی توجہ کی ضرورت ہے۔ پچھلے دنوں بھی گومل ڈیم پر بحث ہوئی ہے۔ ۱۹۶۵ء سے اس کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ گومل ڈیم پر کام نہایت سست روی کا شکار ہے۔ اس ایوان کی وساطت سے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گومل ڈیم پر ہونے والے کام کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دینی چاہیے تاکہ گومل ڈیم کے کام کا جائزہ لیا جائے کہ ڈیم میں کیا کچھ ہو رہا ہے اور ڈیم سے جو نہریں نکالی جاتی ہیں، ان کے کیا نتائج ہیں اور ان پر کیا عمل ہو رہا ہے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ گومل ڈیم کی زمین کا رقبہ حکومت کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ وہ محسود قوم نے دیا ہے۔

(ایوان میں اذان مغرب کی آواز سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین: نماز کے لیے پندرہ منٹ کا وقفہ کرتے ہیں۔

(اس موقع پر نماز مغرب کے لیے وقفہ کیا گیا)

(وقفے کے بعد اجلاس کی کارروائی جناب قائم مقام چیئرمین (میر جان محمد خان جمالی) کی زیر صدارت شروع ہوئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: تشریف رکھیں۔ صالح شاہ صاحب، آپ اپنی سیٹ پر چلیں۔ آپ نے گومل ڈیم پر تقریر کرنی ہے اور راجہ صاحب بھی موجود ہیں۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب محترم چیئرمین صاحب! میں گومل ڈیم کے سلسلے میں عرض کر رہا تھا کہ جب گومل ڈیم کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا تو اس وقت محسود

قوم نے ڈیم کا رقبہ حکومت کو دیا۔ اس پوری زمین پر کسی اور قوم کا کوئی حق نہیں ہے، یہ ریکارڈ پر بھی موجود ہے۔جناب چیئرمین! میں آپ کو یہ بتا نا چاہتا ہوں کہ گومل ڈیم سے تقریباً پندرہ سے بیس کلو میٹر کے فاصلے پر میرا گھر ہے۔ گومل ڈیم کی صورتحال مجھے بہت اچھی طرح معلوم ہے۔ جناب چیئرمین! محسود قوم نے وہ رقبہ ڈیم کے لیے دیا ہے جب کہ محسود قوم کو ڈیم کی بنیاد پر اس کے حقوق نہیں دیے گئے۔ تربیلہ، منگلا یا پاکستان میں اور جتنے بھی ڈیم بنائے گئے ہیں، وہاں پر ان لوگوں کو ان ڈیموں سے مراعات دی جاتی ہیں جبکہ ہمارے ہاں گومل ڈیم کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہاں محسود قوم کو اب تک نہ نوکریوں میں ان کا حق دیا گیا ہے جب کہ یہ بات چیئرمین واپڈا اور گورنمنٹ کے ریکارڈ پر بھی موجود ہے کہ گومل ڈیم میں نوکریوں اور دوسرے حقوق میں تین حصے محسود قوم کے اور چوتھا حصہ وزیر قوم کا ہو گا لیکن اب تک صورتحال بالکل اس کے برعکس ہے کہ وہاں کے حقوق اور نوکریاں محسود قوم کی بجائے دیگر اقوام میں تقسیم کی جارہی ہیں۔ میرا مطالبہ ہے کہ ہمیں یہ حقوق دیے جائیں۔

نمبر دو یہ ہے کہ اس ڈیم سے جو بجلی بنتی ہے، اس سلسلے میں پچھلے دنوں یہ بیان آیا تھا کہ یہ بجلی وانا کو دی جاتی ہے حالانکہ اس پر محسود قوم کا حق ہے۔ اس پر میرا اعتراض نہیں ہے کہ وانا کو دی جائے لیکن اس بجلی پر سب سے پہلا حق محسود قوم کا ہے پھر اس کے بعد وانا یا وہاں پر آباد جتنی اقوام ہیں، ان کو دی جائے، نہ کہ محسود قوم کو چھوڑ کر دوسری قوم کو دی جائے۔ وہاں پر چونکہ قبائل ہیں، اس لیے ہمارے لیے وہاں پر مسائل اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ آجکل یہ مسائل وہاں پر زیر بحث ہیں کہ گومل ڈیم میں محسود قوم کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ جناب! میں یہ بات جناب وزیر موصوف کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ گومل ڈیم کا رقبہ محسود قوم نے دیا ہے۔ یہ گورنمنٹ کے ریکارڈ پر موجود ہے اور ساتھ ہی یہ بھی گورنمنٹ کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ تین حصے محسود قوم اور چوتھا حصہ وزیر قوم کو دیا جائے لیکن صورتحال اس کے برعکس ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محسود قوم کو اس کا حق اور اس کا حصہ دیا جائے۔

جناب چیئرمین صاحب! دوسری بات یہ ہے کہ آج کل مدارس پر حملے ہو رہے ہیں۔ ہمارے ہاں کل کی بات ہے D.I.Khan میں بھی مدرسے پر حملہ کیا گیا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یعنی حملہ پانی کی کمی کی وجہ سے ہو رہا ہے یا کوئی اور مسئلہ ہے۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ: نہیں یہ پانی کا مسئلہ نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! میں اسلامی مدارس کے سلسلے میں عرض کر رہا تھا کہ ایک ہی دن میں فیصل آباد میں مولانا ضیاء الحق قاسمی صاحب(مرحوم) کے گھر کو آگ لگائی گئی، کراچی میں مدرسہ حمادیہ پر حملہ ہوا، سکھر کے قریب بھی ایک مدرسے پر حملہ کیا گیا ہے۔ دو دنوں میں پاکستان میں تقریباً چار مدارس پر حملہ کیا گیا ہے اور وہاں لوگوں کو زدو کوب کیا گیا ہے۔ میں پورے House کی وساطت سے Government سے یہ مطالبہ کرنا چاہتا ہوں کہ مساجد اور مدارس پر حملہ ظلم اور بربریت ہے۔ شاید اسی ضمن میں America اور پاکستان میں کچھ فرق نہیں ہوگا کہ America بھی ہمارے مساجد اور دینی مدارس کے شعائر کو نشانہ بناتا ہے، اسی طرح ہماری پاکستانی حکومت بھی یہی کرتی ہے تو ظاہر ہے اس میں تمیز کرنا مشکل ہوگا۔ ہمارے جو شعائراسلام، مدارس اور ہماری مساجد ہیں، میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کو چاہیئے کہ مذہبی خانقاہوں، مساجد اور مدرسوں کو نشانہ نہ بنایا جائے، یہ ہمارے لیے فرقہ واریت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ میں اس پورے House کی وساطت سے حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ایسے اقدامات سے پرہیز کریں۔ وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ رضا ربانی صاحب۔ اس کو American Indian nexus کہتے ہیں، پہلے رضا ربانی صاحب بات کریں گے پھر راجہ ظفر الحق صاحب اور غلام علی صاحب بات کریں گے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا شکر گزار ہوں اور میں جو کہنے والا ہوں، اس پر پہلے بھی بات ہوئی ہے لیکن بد قسمتی سے اس پر عملدرآمد ہوتا ہوا سامنے نظر نہیں آرہا۔ بہاولپور کا پانی کا مسئلہ اپنی جگہ ہے، پختونخواہ کا پانی کا مسئلہ اپنی جگہ پر ہے، بلوچستان کا پانی کا مسئلہ اپنی جگہ پر ہے اور پنجاب اور سندھ کے درمیان حالیہ جو پانی کا تنازعہ ہے، وہ اپنی جگہ پر ہے۔ جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں اور شاید میری معلومات کے مطابق ہماری بد قسمتی ہے کہ ابھی تک کوئی national water policy ہی نہیں بنی، اگر ہماری کوئی national water policy ہوتی تو شاید یہ تمام مسائل ایک حد تک قابو میں آسکتے تھے اور accord کے علاوہ ایک equal distribution of water ہو سکتا تھا۔

جناب چیئرمین صاحب! جب سندھ اور پنجاب کے پانی کا مسئلہ چھڑا تو میں نے اس وقت بھی on the floor of this House یہ بات کہی تھی کہ Prime Minister کو چاہیئے کہ آئین میں جو ایک institutional mechanism موجود ہے، اس institutional mechanism کو استعمال کرتے ہوئے، وہ اس مسئلے کے حل کے لیے آگے بڑھیں لیکن ہم نے یہ دیکھا کہ پہلے Prime Minister نے سندھ اور پنجاب کے وزراء اعلیٰ کو بلایا، ان کے ساتھ باہمی گفتگو کی، پھر یہ کہا گیا کہ سندھ اور پنجاب کے Chief Ministers اس matter کو از خود settle کریں گے، پھر وفود کا تبادلہ ہوا اور یہ بات سامنے آئی کہ ایک حد تک یہ مسئلہ حل ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے IRSA کے پاس یہ مسئلہ تھا اور جب IRSA کے پاس یہ مسئلہ موجود تھا تو وہاں پر بھی یہ دیکھنے میں آیا کہ سندھ کے representatives walk out کر گئے، ان کی sympathy میں بلوچستان کے representatives walk out کر گئے، پھر پنجاب نے IRSA کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی جس میں یہ بات سامنے واضح ہو کر آ گئی کہ یہ بات IRSA سے بڑی ہے اور پھر ہم نے یہ request کی کہ IRSA کو چھوڑیں، ایک constitutional mechanism آئین میں موجود ہے، اس کو استعمال کیا جائے۔ آپ اس وقت شاید House میں تشریف نہیں رکھتے تھے، Question Hour تھا اور اس وقت وزیر موصوف نے یہ فرمایا کہ یہ مسئلہ IRSA take up کر رہا ہے اور IRSA اس مسئلے کا حل نکال دے گا جس پر میں نے کھڑے ہو کر یہ objection بھی کیا کہ آپ IRSA کو equate a constitutional body کے ساتھ نہ کریں، یہ اس constitutional body کی توہین ہے لیکن پھر بھی یہ مسئلہ وہاں پر نہیں بھیجا گیا۔ آج اخبارات میں یہ خبر آئی کہ پانی کے مسئلے کو settle کرنے کے لیے صدر پاکستان نے ایک meeting call کی ہے اور انہوں نے IRSA اور دیگر لوگوں کو اس meeting میں بلایا ہے۔

جناب چیئرمین! اب میرا کہنا یہ ہے کہ

let me take you to Article-153 of the Constitution, Article-153 of the Constitution states that there shall be a Council of Common Interests, in this Chapter referred to as the Council, to be appointed by the President, and then it goes on to give its membership. Now, Mr. Chairman, there is an institution under the Constitution, Article-153 provides for the creation of the Council of Common Interests, if

the water dispute is referred to it then at least there will be an institutional memory of the decisions that have been taken.

آج یہ ہوتا ہے کہ ایک Chief Minister جب چلے جاتے ہیں تو جو دوسرا Chief Minister آتا ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔

Now, Mr. Chairman, let me take you from Article−153 to Article−155 of the Constitution and what does Article−155 of the Constitution states, 'If the interests of a Province, the Federal Capital or the Federally Administered Tribal Areas, or any of the inhabitants thereof, in water from any natural source of supply have been or are likely to be affected prejudicially by:−

(a) any executive act or legislation taken or passed or proposed to be taken or passed, or

(b) the failure of any authority to exercise any of its powers with respect to the use and distribution or control of water from that source,

the Federal Government or he Provincial Government concerned may make a complaint in writing to the Council.'

So, the Constitution Article−155 provides that when there is a dispute between any two Provinces or between the Federal Government and the Provinces, the right constitutional forum for the resolution of that dispute under Article−155 of the Constitution is the Council of Common Interests. You will recall that when General Musharraf constituted a committee on the question of Kala Bagh Dam, which was the Nisar Memon committee, at that time from that side of the floor we took the objection that this is unconstitutional, the President has no right to appoint a committee because that right is given to the Council of Common Interests, it has to go through them. Let me read

to you Mr. Chairman, Clause−2 which says; ‘Upon receiving such complaint, the Council shall , after having considered the matter, either give its decision or request the President−−−‘ Now, here is, it is the Council which has to make the request or request the President to appoint a commission consisting of such persons having special knowledge and experience in irrigation, engineering, administration, finance or law as he may think fit, hereinafter referred to as the Commission. So, all of this is provided for, in fact, the Council of Common Interests should have been asked not only to look at these disputes but it should have been also asked to prepare a national water policy.

Now, Mr. Chairman, let me take you back further, let me take you to another provision which gives supremacy to the Parliament and that is why we are talking about institutional build up, that is why we are talking today of giving provinces their due right in the Federation when we are talking about the provinces being equal in the Federation, when we are talking about institution building and looking at safeguards for the federating units in the Constitution. Something which is provided for we are circumventing or we are bypassing Mr. Chairman, Article 154 Clause 5 says. ‘’ If the Federal Government or a Provincial Government is dissatisfied with a decision of the Council it may refer the matter to Majlis−e−Shoora (Parliament) in a joint sitting whose decision in this behalf shall be final.’’ Mr. Chairman, hats off to the framers of the Constitution of 1973 who in 1973 thought about the supremacy of Parliament, who thought and foresaw that the crisis of water will assume tremendous proposition in future and therefore, let there be an edequate settlement between the Provinces and between the Provinces and

the Federation and for that what other forum could there be but a joint sitting of Parliament.

So, Mr. Chairman, through you, I would once again beseech the honourable Minister for Water and Power and I would tell him and I would request him that your government has set healthy democratic traditions. Let it set this tradition of institutions building, let it set this tradition of strengthening institutions. The CCI is the most appropriate forum for all of these disputes and therefore, through you, finally, I would once again request the Minister to refer this matter to the CCI which has already been constituted. The notification for the constitution of the CCI has already been done. So, refer this matter to them and let them do the work under the Constitution. Thank you sir.

Mr. Acting Chairman: Thank you very much. It's a very good reminder for us, for the Parliamentarians and for the Executives as well. Thank you very much. Raja Zafar-ul-Haq Sahib take the floor.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین، میں اس debate سے پہلے یہ خیال کرتا تھا کہ صوبوں کے درمیان یا صوبوں کے اندر مختلف خطوں کے درمیان پانی کی تقسیم اور ایک equitable distribution کا کوئی صرف جھگڑا نہیں ہے یہ overall ملک کے پانی کے وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا ، ان کی storage کا اور پاکستان کی Agriculture کی جو dependence ہے اس کی وجہ سے اس کی جو اہمیت ہے اصل مسئلہ وہی ہے۔ میں شکر گزار ہوں اپنے بھائی سینیٹر رضا ربانی صاحب کا کہ انہوں نے اس معاملے کو اسی context میں لیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اسی بات پر بحث کرتے رہیں اور یہ معاملہ ارسا کے اوپر چھوڑ دیں کہ اس کا تو بڑا limited scope ہے، وہ تو اپنے اپنے صوبوں سے آئے ہوئے اپنے صوبوں کی نمائندگی کرتے ہیں ان کا ویژن پورے ملک پر ہونا چاہیے جو کہ نہیں ہے۔ کبھی ان میں سے ایک اٹھ کر چلا جاتا ہے اور کبھی دوسرا اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ پھر ان کا level وہ نہیں ہے۔ اس لیے میں اس بات کی تائید کرتا ہوں اور اس

بات کو دہراتا ہوں کہ یہ مسئلہ بڑا گھمبیر ہے۔ یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ انڈیا نے چوری کرلی ہے یا جو پانی بچا ہے اس میں سے کس کو کتنا دیا جائے۔ یہ جو آپ کے ملک کے پورے آبی وسائل ہیں ان کو ایک بڑےcanvas کے اوپر دیکھنا اور اگر انڈیا چوری کر رہا ہے تو پھر آپ کیا کر رہے ہیں؟ اگر آپ اپنے وسائل کی حفاظت نہیں کرسکتے تو یہ کتنا بڑا تساہل ہے اور وہ مجرمانہ تساہل ہے جو کئی سالوں سے چلا آرہا ہے اور اس طرف توجہ ہی نہیں دی جاتی۔ ایک افسر یہاں سے جاتے ہیں انڈیا اور ایک افسر وہاں سے آتے ہیں پاکستان میں اور بھارت کا جو باسٹھ سال سے ایک رویہ چلا آرہا ہے کہ کوئی بھی مسئلہ ہو وہ ان مذاکرات کی نظر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو یہ تسلی رہتی ہے کہ جماعت علی شاہ صاحب گئے ہوئے ہیں اور کوئی ادھر سے صاحب آگئے ہیں لیکن seriousness نہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملات زیادہ گھمبیر اور خطرناک حد تک چلے گئے ہیں۔ اب مزید اور کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے میں رضا ربانی صاحب کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ جب ایک Constitutional ادارہ موجود ہے اور اس کا یہی کام ہے تو پھر اس کو بروئے کار کیوں نہ لایا جائے، اس کو عضو معطل کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہوگی کہ اس ادارے کی جانب رجوع کیا جائے اور اس سے کام لیا جائے، صرف یہی ایک صورت ہے اس انتہائی خوفناک challenge سے عہدہ براہونے کی۔

اس کے ساتھ connected ایک اور مسئلہ ہے جس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ گزشتہ کوئی دو مہینے سے Hunza River کے اوپر ایک پہاڑ کا حصہ گر گیا اور وہاں پیچھے ایک جھیل بننی شروع ہوگئی۔ پہلے اس کے اندر ایک گاؤں آیا اور وہاں کے لوگ وہاں سے بھاگ گئے لیکن ان کی ساری جائیدادیں، مال مویشی، فصل وغیرہ ضائع ہوگئی۔ کچھ امداد مقامی لوگوں نے دی، کچھ یہاں سے گئی، کچھ آغا خان فاؤنڈیشن نے دی، کچھ پنجاب کی حکومت نے دی لیکن یہ مسئلے کا حل نہیں تھا۔ وہاں سے مسلسل پانی آرہا ہے آگے ایک بند باندھا جاچکا ہے اور پانی کی سطح بلند ہورہی ہے اور اتنی بلند ہوئی ہے کہ KKH پر جو سب سے خوبصورت اور لمبا Bridge تھا اور وہ link ہے چین اور پاکستان کا آج یا کل آپ نے اخبارات میں وہ تصویر دیکھی ہوگی---

جناب قائم مقام چیئرمین: آج کے اخبارات میں دیکھی ہے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: آج اخبارات میں دیکھا ہوگا اور کئی دن سے وہ لوگ یہ SMS بھیج رہے ہیں کہ اگر وہ Bridge بہہ گیا کیونکہ اس کی سطح تک پانی چلا گیا ہے اور وہ مسلسل بڑھ رہا ہے تو میں

یہ سمجھتا ہوں کہ ایک طرف تو یہ communication کا disaster ہو گا لیکن دوسرا یہ ہے کہ اگر پانی ایک regular طریقے سے، controlled طریقے سے نہ نکالا گیا اور یہ مٹی کا بنا ہوا ڈیم اگر بہہ گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ کئی ہزار لوگ اس کی زد میں آئیں گے اور جو سارا نیچے کا علاقہ ہے وہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور جو 2005 میں زلزلہ آیا تھا اس سے زیادہ بڑا نقصان ہو گا لیکن آج تک ہمارے علم میں یہ بات نہیں لائی گئی کہ اس کو ایک calibrated طریقے سے ،انجنیئرز کو بلا کر ، اگر اپنے پاس ایسے لوگ نہیں ہیں تو International لوگوں کو بلوا کر اس disaster کو روکنے کے لیے کوئی بندوبست کیا گیا ہے یا نہیں کیا گیا۔ میں یہ دو چیزیں گزارش کرنا چاہتا تھا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر غلام علی صاحب! طلحہ صاحب! آپ آ گئے ہیں پھر تیار رہیں۔ سینیٹر غلام علی صاحب! کے بعد۔ جی آپ کا mike on ہے۔ جی۔

سینیٹر حاجی غلام علی: شکریہ جناب چیئرمین! میرے قابل احترام سینیٹر راجہ ظفرالحق صاحب نے جو بیان فرمایا یہ حقیقت ہے کہ جو تکلیف اس مٹی کے بند کے بہنے سے ہو گی میرے خیال میں وہ بہت زیادہ خطرناک ہو گی۔ میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا جو انہوں نے کہا اور اس کے لیے حکومت کوئی معقول بندوبست کرے اور فوری طور پر کرے اور اگر مٹی کا بنا ہوا یہ بند بہہ گیا تو اس کی زد میں جو لوگ بھی آتے ہیں ان کو پہلے warning دی جائے اور ان کی protection کا کوئی بندوبست کیا جائے تاکہ ان لوگوں کے لیے کوئی مشکلات نہ ہوں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر طلحہ محمود صاحب۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم۔ آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو پانی کا مسئلہ ہے یہ بڑا ہی important ہے۔ پانی زندگی ہے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں ساری دنیا کو معلوم ہے کہ کئی تہذیبیں اس کے حوالے سے اجڑ گئیں اور پانی کے حوالے سے لوگ نقل مکانی کرتے ہیں اور جہاں پانی ہوتا ہے وہاں جا کر بستے ہیں۔ اس وقت پاکستان کا Water table بڑی speed کے ساتھ نیچے جا رہا ہے اور میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی ہم جیسے بات کر رہے ہیں صوبے کے حوالے سے ، ڈویژن کے حوالے سے، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں larger حوالے سے اس کو دیکھنا ہو گا، ملکی حوالے سے، ملک کے وسیع تر مفاد کے حوالے سے، صرف بہاولپور یا کسی دوسرے علاقے کے حوالے سے نہیں۔ وہ بھی

ہمارے حصے ہیں، ہمیں ان کو protect کرنا ہے لیکن اس کے علاوہ پورا پنجاب آپ کا بنجر اور خشک ہو رہا ہے، آپ کا بلوچستان بنجر اور خشک ہو رہا ہے، آپ کا سندھ بنجر اور خشک ہو رہا ہے، آپ کے Frontier کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ آبی مسائل کے حوالے سے ہماری planning میں بہت بڑا فرق ہے۔ آج سے تیس یا چالیس سال پہلے ہمیں جو planning کرنی چاہیے تھی، ہم نے وہ نہیں کی۔ ہم آپس میں ہی لڑتے رہے ہیں اور پانی کے حوالے سے آپس میں ہی معاملات کو خراب کرتے رہے ہیں۔ ہمیں مل جل کر بیٹھنا ہوگا اور اس مسئلے کو حل کرنا ہوگا۔

اس وقت جو سب سے بڑی دہشت گردی ہو رہی ہے، وہ آبی دہشت گردی ہے اور یہ انڈیا ہمارے ساتھ کر رہا ہے۔ ہمیں اس طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک بہت بڑی سازش ہے۔ یہ سازش آج تیار نہیں ہوئی۔ یہ سازش اس وقت تیار ہوئی جب پاکستان بنا تھا اور یہ سازش انہوں نے تیار کی کہ اس جگہ کو ہم خشک کر دیں گے، قحط ڈال دیں گے، ان کو ہم بھوکا مار دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر آدمی کی اپنی سوچ ہوتی ہے، ہر ملک کی اپنی سوچ ہوتی ہے، ان کی یہ سوچ ہے۔ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کہ انشاءاللہ ایسا نہیں ہوگا لیکن بہرحال وہ اپنے منصوبے پر عمل درآمد کر رہے ہیں۔ آج terrorism پوری دنیا کے لیے ایک بہت بڑا issue ہے، NATO countries یہاں involved ہیں، پورا خطہ اس وقت آگ میں جل رہا ہے اور جنگ سے متاثر ہے۔ یہ جو اس وقت terrorism ہو رہا ہے، یہ تو ایسا ہے کہ اس سے پندرہ سو، دس ہزار یا تیس ہزار آدمی مر گئے ہوں گے، لیکن اس دوسری قسم کی دہشت گردی سے تو لاکھوں کروڑوں کے مرنے کا خطرہ ہے، یہ لاکھوں کروڑوں کو مارنے کی دہشت گردی ہے۔ ہمیں اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

آج بہاولپور کی بات ہوئی ہے، کل دوسرے علاقوں کے حوالے سے بات ہوگی، پرسوں دوسرے علاقے بھی اس حوالے سے کھڑے ہوں گے۔ یہ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب پانی کی کمی ہوتی ہے اور پانی کی situation اس وقت ایسی ہے کہ ہمارے دریا تو دریا رہے ہی نہیں، یہ تو نالوں کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ آج سے پانچ، دس یا پندرہ سال بعد یہاں پر تو housing schemes والی situation بن جائے گی۔ اس وقت اگر ہم نے اس مسئلے کو seriously نہ لیا تو بہت نقصان ہوگا۔ ہمیں مل جل کر بیٹھنا ہوگا اور ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہوگا۔ میں ہمیشہ یہ کہتا بھی رہا ہوں کہ ہم نے ایٹم بم بنایا ہے اپنے defence کے لیے، ہم نے پوجا پاٹ کے لیے نہیں بنایا۔ اگر ہمیں مارا جائے گا، ہمارے ملک کو قحط زدہ بنایا جائے گا، خشک کیا جائے گا تو ہم اس طرح اکیلے نہیں مریں گے۔ انڈیا کو

اس کے بارے میں سوچنا ہوگا کہ یہ مسئلہ اتنی آسانی سے حل ہونے والا نہیں ہے جس طریقے سے وہ بگلیہار ڈیم بنا رہا ہے، جس طریقے سے وہ باقی dams بنا رہا ہے۔ ہمیں اس مسئلے کو بھرپور طریقے سے، international اور local levels پر raise کرنا ہوگا۔ اس وقت ہمارے India کے ساتھ دو بڑے مسائل ہیں جن کی طرف وہ آتا نہیں ہے۔ ایک مسئلہ کشمیر اور دوسرا پانی کا مسئلہ۔ ہمیں اس کی طرف اس کو لے کر آنا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہم نے جو agreements کیے ہیں، اگر اس میں کوئی drawback یا problem ہے تو ان مسائل کو بھی ہمیں حل کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے بروقت dams نہیں بنائے تو آخر اس کا بھی کوئی حل ہوگا۔ ہمیں international court کے حوالے سے بھی دیکھنا ہوگا کہ وہاں کی کیا situation ہے۔ ہمیں international community کو اس میں involve کرنا پڑے گا۔

باقی درانی صاحب نے ماشاءاللہ بڑا اچھا issue اٹھایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے دور کے اندر جس طریقے سے انڈیا کے سامنے ٹانگیں نیچے رکھی گئیں اور سر نیچے جھکا دیا گیا، یہ بھی ایک بڑا question raise ہوتا ہے کہ اس وقت وہ طاقت میں بھی تھے، بہرحال جو ہوگیا سو ہوگیا، ہم اس کو discuss نہیں کرتے۔ ہمیں اس وقت آپس میں اکٹھا ہونے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے ہمیں ایک APC بلانی چاہیے، ہمیں Council of Common Interests کے حوالے سے meeting بلانے کی ضرورت ہے۔ پانی کے حوالے سے جو international ادارے ہیں، ان کو invite کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ ہمارے اس مسئلے کو حل کرائیں۔ ہمارے آپس کے بھلے جو بھی problems ہیں، ان کو ہم آپس میں بیٹھ کر sort out کریں لیکن اس مسئلے کو ہمیں سفارتی سطح پر، تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے، انڈیا کے ساتھ سب سے پہلے حل کرنا ہے۔ اس میں local حوالے سے ہماری ایک وزارت Inter-Provincial Coordination ہے، اس کو بھی اپنا role play کرنا چاہیے اور اس کو بھی سامنے آنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سندھ کے حوالے سے ایک provincial problem بنتا جا رہا ہے۔ ان چیزوں پر ہمیں غور کرنا ہوگا اور seriously غور کرنا پڑے گا۔ پانی کے مسئلے کے حل کے لیے جس level تک ہم جا سکتے ہیں، ہمیں جانا چاہیے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے Inter-Provincial Ministry کے بارے میں بات کی ہے، مجھے پیر آفتاب گیلانی صاحب یاد آگئے۔ اعجاز بٹ PCB کے چیئرمین اور -Inter

Provincial Coordination پھر کہاں combination جا کر ٹھہرے، کام کرنے کا وقت ہے، کام کریں، وقت نکلا جا رہا ہے۔ جی افراسیاب خٹک صاحب۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں اس مسئلے کے بارے میں دو تین quick points کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ پہلی بات تو میں جناب رضا ربانی کے اس مطالبے کی مکمل حمایت کرتا ہوں کہ اس مسئلے کو Council of Common Interests کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگر ماضی کی غاصب آمرانہ حکومتیں آئین پر عمل نہیں کرتی تھیں تو وہ ان کا کام تھا لیکن ایک منتخب جمہوری حکومت سے توقع یہی ہو سکتی ہے کہ وہ آئین پر in letter and spirit عمل کرے گی اور اس کے لیے جو مناسب forum ہے اس کو بلائے گی۔

دوسری بات، میں اس بحث میں نہیں جانا چاہتا کہ پانی کی اہمیت کتنی ہے، وہ سب نے کہا ہے، میں اس کو دہرانا نہیں چاہتا لیکن یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں پالیسی بنانی چاہیے۔ پارلیمنٹ کو اس میں lead لینی چاہیے۔ جیسا کہ ہماری National Security کی Committee ہے یا کوئی نئی کمیٹی پارلیمنٹ بنائے لیکن ایک قومی پالیسی ہم پانی کے لیے بنائیں اور اس کے لیے ہم کام کریں اور حکومت کی رہنمائی کے لیے، معاشرے کی رہنمائی کے لیے، ہم ایک مکمل اور جامع پالیسی سامنے لائیں۔ اس پالیسی میں صوبائی، مقامی اور خطے کے عوامل، سب کا احاطہ کیا جائے۔ یہ ایک بہت اہم بات ہے۔ اس کے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔

ایک اور بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ ملک کے اندر بھی اس مسئلے کو amicably solve کرنا چاہیے اور یہ جھگڑے سے حل ہوتا نہیں ہے۔ اسی طرح خطے میں بھی ہمیں اسے مذاکرات اور بات چیت کے ذریعے حل کرنا ہوگا۔ ہم ایسے خطے میں رہتے ہیں، جہاں جب لوگ سنتے ہیں کہ آئندہ کی جنگیں، مستقبل کی جنگیں پانی پر ہوں گی تو ہم جنگوں کی تیاری شروع کر دیتے ہیں بجائے پانی کے مسئلے کے حل کے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنگ اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ یہ دونوں ایٹمی طاقتیں ہیں، خدانخواستہ اگر یہاں ایٹمی تصادم ہو جاتا ہے تو پانی کے مسئلے کا ایک بہت خوفناک حل سامنے آئے گا یعنی زندگی ہی نہیں رہے گی تو پانی کی ضرورت بھی نہیں رہے گی۔ ایٹم بم تو کوئی دوسرا بم نہیں ہے it is not another bomb یہ تو زندگی کو مٹانے والی چیز ہے، تو خدانخواستہ اس طرح کی صورتحال کا تصور بھی نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہمیں کام کرنا چاہیے اس کے لیے۔ Diplomacy ہے، پاکستان کے پاس

بہت راستے ہیں، اس کے لیے سیاسی راستے ہیں، اس کو حل کیا جاسکتا ہے۔ افغانستان کے ساتھ بھی ہمیں بات کرنی ہوگی، جو وہاں سے دریا آتے ہیں، ان کے ساتھ بھی اس کا حل نکالنا ہوگا، ہندوستان کے ساتھ بھی نکالنا ہوگا لیکن اس کے لیے pre-requisite یہ ہے کہ ایک پالیسی بنے۔

سینیٹر صالح شاہ نے جو گومل زام ڈیم کا مسئلہ اٹھایا، میں اس کی بھی تائید کرتا ہوں۔ کل بھی ہم نے منسٹر صاحب سے کہا تھا کہ اس ڈیم کے بنانے کا فیصلہ اصل میں 1960 میں ہوا تھا۔ 63-1962 میں اس پر کام شروع ہو گیا تھا، ایک Yugoslavian company نے اس پر کام شروع کیا تھا، اس بات کو پچاس سال گزر گئے ہیں۔ پچاس سال میں ہم گومل زام ڈیم نہیں بنا سکے، میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کام تیز کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

Mr. Acting Chairman: Thank you. Raja sahib, please take the floor.

راجہ پرویز اشرف (وفاقی وزیر پانی و بجلی): جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ پانی یقیناً ایک بڑا حساس مسئلہ ہے اور نہ صرف ہمارا ملک بلکہ پوری دنیا اس کی کمی کا شکار ہے۔ معزز اراکین نے جس order میں points اٹھائے ہیں، میں آپ کی اجازت سے اسی order میں ان کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔

جناب چیئرمین! سینیٹر درانی صاحب کا point Southern Punjab کے حوالے سے تھا اور خاص طور پر بہاولپور کے حوالے سے۔ اس سلسلے میں، میں عرض کرنا چاہوں گا کہ 1960 کی Indus Water Treaty کے Article 2 کی رو سے ہمارے جو eastern rivers تھے وہ ہندوستان کے حصے میں چلے گئے اور اسے ان دریاؤں کو مکمل طور پر استعمال کرنے کا حق مل گیا۔ ہمارے حصے میں تین western rivers آئے۔ دریائے ستلج ہندوستان کے حصے میں چلا گیا اور پاکستان کا اختیار اس پر ختم کر دیا گیا، یہ ہونا مناسب تھا یا نامناسب تھا، یہ ایک الگ بحث ہے لیکن اب یہ ماضی کا قصہ ہے، ہم ایک international treaty کے پابند ہیں۔ دریائے ستلج کی اس treaty سے پہلے جو نہریں موجود تھیں، جن سے وہاں پر آبپاشی کا نظام قائم تھا، جب دریائے ستلج ہندوستان کے حصے میں چلا گیا تو متبادل نہریں بنائی گئیں تاکہ ان نہروں کو ان سے feed کیا جائے۔ جہاں تک replacement of work کا تعلق ہے تو میں معزز ممبر کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس وقت nine link canals تھیں، ان پر کام ہوا اور انہوں نے بالکل ٹھیک فرمایا کہ Indus Basin Development Fund

which he said was 35.99 billion اس سے تریموں سدنائی، سدنائی میلسی، میلسی بہاول، رسول قادر آباد، قادر آباد بلوکی، LCC Feeder Baloki سلیمانکی چشمہ، تونسہ پنجند، ان nine link canals کو مکمل کیا گیا اور پورے پاکستان کی آبپاشی کا نظام ان پر ڈال دیا گیا، یہ متبادل نظام تھا جو اس وقت 1960 کے معاہدے کے بعد معرض وجود میں آیا تھا۔

انہوں نے کہا کہ south کے ساتھ زیادتی ہوئی، بہاولپور کے ساتھ زیادتی ہوئی، پانی کی کمی تو ہے۔ جناب محمد علی درانی صاحب میرے دوست ہیں، سابق دور حکومت میں جب یہ Information Minister تھے تو میں بھی اس وقت اپوزیشن بینچوں پر موجود تھا۔ مجھے حیرت ضرور ہوئی کہ یہ مسئلہ اس وقت بھی تھا، بہاولپور کو اس وقت بھی پانی کی قلت کا سامنا تھا لیکن میرے دوست جو اس وقت وزیر اطلاعات تھے، بہت طاقتور وزیر تھے، میں نے ایک دن بھی ان کی زبان سے یہ مسئلہ نہیں سنا۔ چلیں اس کی کوئی خاص وجہ ہو گی اور میرا اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، میں اپنا جواب دینا چاہتا ہوں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہاں پر IRSA کی بات ہوتی ہے تو IRSA is a regulator وہ پورے پاکستان کا regulator ہے۔ اس میں چاروں صوبوں کے نمائندے موجود ہوتے ہیں۔ وہ نمائندے اپنے صوبوں کے ذہن کی عکاسی کرتے ہیں، جو ان کے صوبوں کا plan ہوتا ہے، جو ان کی منشاء و مرضی ہوتی ہے۔ وہ ان صوبوں کی مرضی سے اس کے ممبر بنتے ہیں، یہ tenure post ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر ممبر by rotation ہر صوبے سے اس کا ایک سال کے لیے چیئرمین بھی بنتا ہے۔ IRSA 1991 میں ایک معاہدے کے تحت Act of Parliament کے ذریعے سے معرض وجود میں آیا، اس کا ایک طریقہ کار ہے۔ چاروں صوبوں کے ممبران بیٹھتے ہیں اور وہ پہلے estimate لگاتے ہیں کہ ہمارے ذخائر میں اس سال کتنا پانی موجود ہے؟ اس سال بارشوں کی کیا پیشن گوئی ہے؟ ہمارے پاس کتنا پانی میسر ہو گا؟ اس availability کو سامنے رکھتے ہوئے وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ پانی صوبوں کے درمیان کس طرح تقسیم کرنا ہے؟ یہ ایک practice ہے جو 1991 سے ہو رہی ہے۔ اگر پانی زیادہ آجاتا ہے، سیلاب آجاتا ہے تو پھر کسی کو ضرورت ہی نہیں ہوتی، بلکہ منت کر کے پانی چھڑوایا

جاتا ہے لیکن جس وقت پانی کی قلت ہو تو shortage share کرنے کا ایک formula ہے کہ اگر ملک میں پانی کی قلت ہو گی تو صوبوں کے مابین اس قلت کو کس طرح share کیا جائے گا؟ اس formula کے تحت یہ تقسیم ہوتی ہے اور یہ ہوتی آرہی ہے۔ اس پر کبھی اعتراضات بھی ہوتے ہیں، کبھی کسی ممبر کو تحفظات بھی ہوتے ہیں، کبھی کسی کو اعداد وشمار پر بھی اعتراض ہوتا ہے لیکن پھر consensus یا majority سے فیصلہ ہوجاتا ہے۔ اس طرح یہ system چل رہا ہے۔

جہاں تک وفاقی حکومت کا تعلق ہے تو میں آپ کو بتاؤں کہ وفاقی حکومت کا اس سے کوئی لین دین نہیں ہے۔ پانی کی تقسیم تو ایک regulator کرتا ہے اور صوبے اس میں خود موجود ہیں۔ میں ایک بات clear کرنا چاہتا ہوں کہ regulator پر as such وفاقی حکومت کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس وقت 36% پانی کی کمی ہے، بارشیں 70% کم ہوئیں۔ جناب والا! میں کسی ایک علاقے کی بات نہیں کرتا، پاکستان کا ہر علاقہ، پاکستان ہے اور وفاقی حکومت کی نظر میں ہر علاقہ برابر ہے، اگر کہیں بھی کوئی قحط سالی ہوتی ہے، کہیں فصلوں کو نقصان ہوتا ہے، کسی بھی علاقے کے لوگوں کو اگر پانی کی قلت ہوتی ہے تو یہ یقیناً ایسے ہی ہے جیسے پورے پاکستان کے لیے ہے، اس پر سب کو دکھ ہوتا ہے، اس پر تشویش ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپ نے shortage share کرنی ہے، دریاؤں میں 36% پانی کم آیا ہے۔ یہ قدرت کا ایک نظام ہے۔ میں اس طرف بھی آؤں گا کہ اس میں ہندوستان کا کیا کردار ہے لیکن ابھی میں دوسرے points پر بات کروں گا۔ اگر بارش نہیں ہوئی اور خشک سالی ہے تو جو کچھ موجود ہے اسی کو share کرنا ہے، پھر اس کے لیے ایک formula بنایا گیا ہے۔ جناب والا! یہاں پر میں یہ بھی عرض کردوں کہ بہاولپور کے لیے کیسے پانی بھیجنا ہے، ملتان کے لیے کیسے بھیجنا ہے، اوکاڑہ کے لیے کیسے بھیجنا ہے یا کس نہر میں کتنا پانی چھوڑنا ہے، اس سے وفاقی حکومت کا کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ IRSA decision لیتی ہے کہ اس سال پنجاب کو اس کے حصے کا اتنا پانی ملے گا۔ اب وہ یہ پانی اپنی ایک نہر میں چھوڑ دے یا چار نہروں میں چھوڑے، ان کا Irrigation Department بہتر سمجھتا ہے کہ کہاں پر پانی کی زیادہ ضرورت ہے۔ جناب والا! یہ صوبائی معاملہ ہے اور یہ ان کے ambit میں آتا ہے۔ ہم انہیں guide نہیں کرتے کہ آپ اس نہر کو بند کردو اور اس نہر کو چلادو، ایسے نہیں ہوتا۔ اسی طرح سندھ والے سمجھتے ہیں کہ بدین، ٹھٹھہ میں پانی کی ضرورت ہے یا میرپورخاص میں ضرورت ہے یا

کسی اور جگہ تو جب IRSA ان کو تربیلا سے یا منگلا کی کسی نہر سے ان کے حصے کا پانی دیتی ہے اور وہ ten days کے حساب سے ہوتا ہے۔ وہ IRSA کو دس دن کا indent دیتے ہیں کہ ہمیں اگلے دس دن اتنے cusec water چاہیے تو وہ اتنے cusec پانی چھوڑ دیتے ہیں، اس کے بعد صوبائی management کا معاملہ آجاتا ہے اور اس میں وفاقی حکومت کا کوئی تعلق واسطہ نہیں ہوتا اور نہ وفاقی حکومت اس میں کوئی دخل اندازی کر سکتی ہے۔

ان کا دوسرا point clean drinking water تھا، یقیناً ہر شہری کا یہ حق ہے۔ Clean drinking water نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار بیماریاں پھیل رہی ہیں اور یہ لوگوں میں یقیناً تشویش کی بات بھی ہو گی لیکن میں بڑے ادب سے معزز ممبر سے عرض کروں گا کہ clean drinking water کا بندوبست کرنا یا وہاں پر arrangement کرنا یہ صوبائی معاملہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً یہ معاملہ صوبائی اسمبلی میں بھی آیا ہو گا یا اٹھایا گیا ہو گا۔ صوبائی حکومت یقیناً اس پر اقدامات بھی کر رہی ہو گی۔

جناب چیئرمین! ایک سوال یہ ہوا کہ ہم نے آخر دو سال میں کیا کیا؟ کیا ہمیں اس کا ادراک ہے کہ پانی کا مسئلہ گھمبیر صورتحال اختیار کرتا جا رہا ہے؟ کیا ہم یہ سمجھ رکھتے ہیں کہ آئندہ پانی کا مسئلہ کتنا بڑا طوفان کھڑا کرے گا؟ جس طرح معزز ممبران نے کہا کہ آئندہ جنگیں پانی کے مسئلے پر ہوں گی، یقیناً اب تو ساری دنیا یہ تسلیم بھی کرتی ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ نہیں کہ یہاں پر کوئی point scoring کی بات ہے یا میں اپنی اور اپنی حکومت کی کوئی تعریف کرنا چاہوں گا لیکن شاید بڑے عرصے بعد یہ ہوا، تربیلا ڈیم اور منگلا ڈیم بننے کے بعد اس ضرورت کو محسوس کیا گیا کہ ہمیں medium and small dams بہت تیزی کے ساتھ بنانے چاہییں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے آٹھ، نو، دس سالوں میں ہم نے کیا کیا؟ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں پیچھے مڑ کر دیکھنا چاہیے اور کہہ دینا چاہیے کہ ہر بات ہمیں ورثے میں ملی۔ ہم نے ان نو دس سالوں میں صرف بحث کی، ہم نے ایک دوسرے سے argument win کرنے کی کوشش کی۔ کیا عملی کام ہوا؟ کوئی ایک ڈیم بھی شروع کیا گیا۔ صرف لفاظی کی گئی۔ یہاں پر مجھے شاید یہ کہنا چاہیے یا نہیں کہ بھاشا ڈیم کا افتتاح کیا گیا، میں معزز ممبران کے notice میں ایک چیز لانا چاہتا ہوں اور یقیناً محمد علی درانی کو اس بات کا علم ہے کیونکہ وہ وزیر اطلاعات تھے اور وزیر اطلاعات کو ہر چیز کا پتا ہوتا ہے۔ جناب والا! قراقرم ہائی وے پر ایک چھوٹی سی چٹان کو dynamite لگا کر اڑایا گیا اور اس کی تصویر لے کر کہا گیا کہ بھاشا ڈیم کا افتتاح ہو گیا ہے،

مبارک دیں۔ کوئی اس میں technical studies مکمل نہیں تھی، feasibility مکمل نہیں تھی، funds کی arrangement نہیں تھی۔ اس طرح dams تو نہیں بنتے۔ اس طرح شاید وقتی طور پر تو واہ واہ کرا لی گئی ہو اور مجھے یاد ہے کہ درانی صاحب نے آ کر مبارکباد دی تھی۔ جب مجھے یہ ساری چیزیں ریکارڈ سے معلوم ہوئیں،۔۔۔۔ شاید ان کی بھی کوئی مجبوری ہو۔

میں عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے سو فیصد، سارا معاملہ ٹھیک کر دیا ہے لیکن میں یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کیونکہ کم از کم ہمیں اس بات کا ادراک ہے اور ہم نے direction ٹھیک کی ہے۔ بھاشا ڈیم پر بھی خدا کے فضل سے کام شروع کیا ہے۔ Pre-qualification بھی ہو گئی ہے۔ Funds arrangement بھی ہو گئی ہے اور آج یہاں آنے سے پہلے ہم ان کی land accusation کی settlement کر کے آئے ہیں۔ یہ کام تو ہوئے ہی نہیں تھے۔ اس سے پہلے آپ نے کیسے افتتاح کیا یا کسی نے کیسے افتتاح کیا؟ یہ کوئی مذاق تو نہیں ہے۔ بہرحال میں یہ عرض کرنے جا رہا تھا کہ 32 dams پر ہم نے کام شروع کیا ہے پورے پاکستان میں۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ بارہ ڈیموں کے ٹینڈر کر دیئے گئے ہیں اور ان میں سے تین کا نہ صرف افتتاح بھی ہو گیا اور چوتھے کا ابھی ہونے جا رہا ہے۔ میں ہاؤس کی information کے لیے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پہلے phase میں بلوچستان میں Hingol Dam, Naulong Dam, Winder, Garuk, Pelar, ان ڈیمز پر سارا کام مکمل ہے۔ اس میں سے ونڈر ڈیم کا افتتاح ہو چکا ہے۔ نولانگ کے تیرہ تاریخ کو ٹینڈر کھل رہے ہیں۔ اسی طرح سندھ میں Naigaj, Darwat and Sita Dam. Darwat Dam، جیسا کہ آپ کو پتا ہے کہ، اس کا افتتاح ہو چکا ہے اور اس پر کام شروع ہو چکا ہے۔

اسی طرح پنجاب میں Ghabir Dam تھا اور Papin, گھبیر ڈیم کا خدا کے فضل و کرم سے تلاگنگ میں افتتاح ہو گیا ہے۔ اسی طرح پختونخواہ میں باڑہ ڈیم اور دارا بان زام ڈیم، اس پر جلد کام شروع ہو گا۔ ابھی law and order situation کی وجہ سے ہم فوری طور پر وہاں نہیں جا سکتے۔ چاروں صوبوں میں یہ اور باقی جو بیس ڈیم اس کے علاوہ ہیں جو second phase میں شروع کیے جائیں گے۔ اس کے لیے funds arrange کر لئے گئے ہیں اور ایگزم بنک آف چائنا سے soft loan بھی لے لیا گیا ہے۔ Chinese companies کو اس میں involve کر لیا گیا ہے۔ یہ ایسے نہیں ہے کہ ہم نے صرف ڈیم بنا کر اس میں پانی ذخیرہ کر کے چھوڑ دینا ہے۔ اس کے لیے بھی ایک نیا idea ہے۔ Flood irrigation کی میں سمجھتا ہوں عیاشی اب شاید کوئی نہ کر سکے جس میں million

gallons ہم ایک ایکڑ میں ڈال دیتے ہیں اور صرف ایک ایکڑ میں آبپاشی کرتے ہیں۔ اب تو دنیا میں نئے طور طریقے آگئے ہیں۔ اب تو sprinklers آگئے ہیں۔ اب تو drip irrigation آگئی ہے۔ اب تو fumigation type چیز آگئی ہے۔ اب اس طریقے سے ان ڈیم کی جو حکومت کے پاس زمین تھی وہ landless خواتین کو الاٹ کی جائے گی اور ان کو develop کر کے دی جائے گی، ان کو drip irrigation لگا کر دی جائے گی جیسا کہ Winder Dam کے پاس ایک لاکھ ایکڑ زمین تقسیم کی گئی ہے اور اس کے مالکانہ حقوق دے دیئے گئے ہیں۔ پچیس ایکڑ فی خاتون کے حساب سے زمین تقسیم کی گئی ہے، اب اس کو develop کرے گا، drip irrigation لگائے گا اور پھر ان کے حوالے کرے گا کہ یہ آبپاشی کا سسٹم بھی موجود ہے اور یہ کھیت آباد ہوں گے۔ یہ ایک vision ہے، ایک طریقہ ہے آگے بڑھنے کا کہ ہم نے نئی techniques کے ذریعے اس آفت کا مقابلہ کرنا ہے۔ اب وہ روائتی طریقے کہ آپ ' کھالے' میں ' موگا' کرکے بیٹھ جائیں اور ساری رات پانی چلتا رہے، ایکڑ دو ایکڑ اس کی آبپاشی ہو جائے تو آپ سمجھیں کہ وہ نہیں چل سکتا۔ وہ پانی کا زیاں تھا۔ اب ہم اس طرف آرہے ہیں اور اس پر بڑے عمدہ طریقے سے اور بڑے پیمانے پر کام ہو رہا ہے۔ اب hybrid seed کا زمانہ ہے۔ اگر پہلے زمیندار پچیس، تیس من yield لیتا تھا تو اب hybrid seed سے اسی پانی کے ساتھ، اسی زمین میں، اسی کھاد کے ساتھ سو من کی yield آتی ہے، ۸۰ من کی yield آتی ہے۔ اس دفعہ بھی پچیس ہزار ایکڑ زمین پر hybrid seed استعمال ہو رہے ہیں۔ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ سال دو سال کے بعد seed بھی زیادہ ہو جائے گا، acclimatize بھی ہو جائے گا اور آپ دیکھیں گے کہ ہماری فی ایکڑ پیداوار میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔ یہ وہ تمام طریقے یا سسٹم ہیں جن کا حکومت کو ادراک ہے اور ہم اس پر بڑی تیزی سے کام کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہندوستان کی بات کی گئی۔ یہ 1960ء کی treaty بلاشبہ ایک dictator نے کی۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب ایک international treaty ہو جاتی ہے تو اس کا پاکستان بھی پابند ہے اور ہندوستان بھی۔ میرے honourable Member of the Senate نے یہ کہا کہ ہم شاید آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ ہمیں کچھ پتا نہیں کہ ہندوستان کیا کر رہا ہے۔ ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ Government is fully alive to the situation. وہاں پر ذرا سی کوئی بات ہوتی ہے تو اس پر ہمارا reaction آتا ہے، عمل ہوتا ہے اور تمام forums کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی میں آپ کو ایک مثال دینا چاہتا ہوں کہ بگلیہار ڈیم جو دریائے چناب پر

ہندوستان نے بنانا شروع کیا، جب اس نے اپنی initial feasibility شروع کی تو حکومت پاکستان نے اس کے design پر objection کیا۔ وہ پھر international forum پر گیا۔ International Arbitration Neutral Expert کے پاس گیا through World Bank اور وہاں پر ہم نے ثابت کر دیا کہ اس کا design غلط ہے۔ اس سے پاکستان کو نقصان ہو سکتا ہے۔ انہوں نے فوراً وہ design change کیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ پھر وہ Run of the river project لگانے کا جہاں storage نہ ہو، جہاں ذخیرہ نہ ہو، جہاں diversion نہ ہو، جہاں ecological hazards نہ ہوں یا کسی کو ہماری طرف سے کوئی reservations نہ ہوں تو وہ بنا سکتے ہیں اور ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ انہوں نے Run of the River Project announce کیا اور اس کے بعد جب انہوں نے اس کی one time filling کی تو دو لاکھ ایکڑ فٹ پانی گیارہ دن نہیں ملا۔ اب اس کا طریقہ کار یہ تھا اور treaty یہ تھی کہ اگر آپ نے بگلیہار ڈیم بنانا ہے تو ہمارے ہیڈ مرالہ سسٹم پر پچپن ہزار کیوسک فٹ پانی ضرور ہونا چاہیے جبکہ وہ 39 cusecs ft. آیا تو یہ دو لاکھ ایکڑ کا معمولی پانی ہے، اگر دریاؤں کے بہاؤ کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو، لیکن اس چیز کو دیکھتے ہوئے کہ ہم اتنی چھوٹی سی چیز کے معاملے میں بھی کتنے حساس ہیں اور اس treaty کو ہم کیسے دیکھتے ہیں اور پانی کے معاملے میں ہم کتنے حساس ہیں اور حکومت وقت اس کو کتنی priority دیتی ہے کہ یہ معاملہ نہ صرف Water Commissioner کے level پر اٹھایا گیا بلکہ اس کے بعد Foreign Minister Sahib نے اٹھایا اور Prime Minister Sahib نے چین میں Indian Prime Minister کے ساتھ اٹھایا، President of Pakistan نے یہ مسئلہ Indian Prime Minister کے ساتھ اٹھایا اور ہم نے ان سے کہا کہ آپ دو لاکھ ایکڑ فٹ پانی ہمیں دیں جو آپ نے ہمارا پانی روکا ہوا ہے۔ ہم پانی کے بدلے پانی لینا چاہتے ہیں۔ آپ ہمارے اسی سسٹم میں دیں۔ اب جب ان کا وفد آیا تو اس نے یہ تسلیم کیا کہ ہاں شاید ہماری calculation ٹھیک نہیں جبکہ پہلے کہتے تھے کہ نہیں آپ کی calculation غلط ہے۔ پانی تو پیچھے سے ہی کم آ رہا ہے۔ اب ہم نے ان کو ثابت کیا، اور convince کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم آنکھیں بند کر کے نہیں چل رہے۔ ہم سب محب وطن ہیں۔ ہم سب کو علم ہے کہ اگر پاکستان میں پانی کا مسئلہ آئے گا تو یہ ہمارے لیے خوفناک صورت حال اختیار کر سکتا ہے۔ ہم شاید بڑی باتیں تو نہ کریں، جنگ و جدل تو بعد کی باتیں ہیں۔ فی الحال تو ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ایک treaty ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان اس کی پابندی

کرے، اس کی کوئی violation نہ کرے۔ جو پاکستان کا حق ہے اس کے ایک ایک قطرے کا تحفظ کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا تحفظ کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

اس کے بعد میں آپ سے یہ بھی عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ انہوں نے کشن گنگا ڈیم شروع کیا۔ وہ بھی Run of the River پر تھا جو انہوں نے دریائے جہلم پر شروع کیا اور جناب چیئرمین، میں نے شاید آج سے سال پہلے یہیں کھڑے ہو کر ہاؤس کی خدمت میں گزارش کی تھی کہ ہمیں پتا ہے۔ ہم ان سے contest بھی کر رہے ہیں۔ ہم اس کو تمام forums پر بھی لے کر جا رہے ہیں بلکہ ہم نے اپنا نیلم۔جہلم پراجیکٹ کو solve کر دیا ہے۔ آج الحمدللہ میں بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم کشن گنگا سے بہت آگے جا چکے ہیں اور نیلم۔جہلم پراجیکٹ جو نہ صرف ہمیں ایک ہزار میگاواٹ بجلی بھی فراہم کرے گا وہ اپنی تعین کردہ سپیڈ سے بہتر طریقے سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کو ہم انشاء اللہ وقت سے پہلے complete کریں گے۔ کشن گنگا پراجیکٹ جو انہوں نے ہم سے پہلے کوشش کی تھی کہ ہم ختم کر لیں، ان سے ہم بہت آگے جا چکے ہیں۔ ہم نے ٹنل پر بھی کام کافی آگے بڑھا لیا ہے۔ آج ہم نے experts کو جرمنی بھیجا ہے کہ ہمیں کرائے پر وہ مشین ملنی چاہیے تا کہ ٹنل اگر سال میں complete ہوتی ہے تو ہم اسے چھ مہینے تک complete کر لیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم اس پر اپنی آنکھیں بند کر لیں، ہمیں نہیں پتا کہ ہمارے قومی مفادات کیا ہیں، ہمارے اہداف کیا ہیں، ہم نے کس طرح پاکستان کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہماری allies کی حکومت ایک ایک چیز پر نظر رکھتی ہے اور خاص طور پر پانی کے معاملے میں ہم conscious ہیں اور بالکل ہر بات ہمارے علم میں ہوتی ہے اور ہر فورم پر ہم اس کو defend کرتے ہیں۔ یہاں پر ایک معزز ممبر نے کہا کہ فلاں وکیل کو بدل دیں، وہ فائل ادھر چلی گئی، ایسے نہیں ہے، آپ مہربانی کر کے ساری معلومات ہم سے لیں، ہم نے اگر neutral expert کے بعد international arbitration میں جانا ہے، International Court of Justice میں جانا ہے تو ہر فورم کے لیے کچھ experts کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیے advice کی ضرورت ہوتی ہے اور معروضی حالات سامنے رکھ کر ہمیں فیصلے کرنے ہوتے ہیں اور وہ پاکستان کے وہ experts کرتے ہیں جو یہ کر سکتے ہیں، جن کے علم میں یہ بات ہے کہ کس کو کونسی ذمہ داری سونپنی ہے، اس کے لیے کوئی ایک آدمی بیٹھ کر فیصلہ نہیں کرتا، اس میں experts فیصلہ کرتے ہیں جو اس معاملے کو سمجھتے ہیں اور وہی فیصلہ ہونے جا رہا ہے جو پاکستان کے حق میں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس پر کسی قسم کی تشویش نہیں ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک میری پارٹی کے بڑے ذہین اور experienced Parliamentarian ہیں انہوں نے بات کی ہے کہ اگر IRSA فیصلہ نہیں کر پا رہی تو پھر جو constitutional body, Council of Common Interests ہے وہاں جانا چاہیے اور ہمیں وہاں جانا چاہیے۔ مجھے اس بات کا بہت احترام ہے جو انہوں نے کی اور میں بڑے ادب کے ساتھ یہ بات کرنا چاہوں گا کہ IRSA میں اس وقت shortages share کرنے کے فارمولے پر بات ہو رہی ہے ، اس میں جو stakeholders ہیں ، پنجاب، بلوچستان، پختونخواہ اور سندھ ، ان کے درمیان معاملات اگر وہ خود طے کرلیتے ہیں تو کسی کو کیا اعتراض ہے، جب آپ discussion open کرتے ہیں تو کبھی کوئی بات نہیں بھی مانتا، دیکھنا تو یہ ہے کہ فیصلہ ہوا ہے یا نہیں، اس وقت ارسا کے فیصلے کے تحت ، ان کے agreement کے تحت ، consensus کے ساتھ صوبوں کو پانی مل رہا ہے جو پاکستان میں موجود ہے۔ پانی زیادہ ہوتا ہے تو زیادہ چلا جاتا ہے، shortage ہوتی ہے تو اس کو سارے share کرلیتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں کہتا ہوں کہ Parliament is supreme, میں کہتا ہوں کہ ملک میں جو بھی constitutional body ہے وہ سپریم ہے ، میں نے تو اس پر کبھی بھی ایسی بات نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی صوبے کے کوئی grievances ہیں ، اگر اس کے تحفظات اور اعتراضات ہیں، اس کو کس نے روکا ہے، وہ Council of Common Interests میں جا سکتا ہے۔ اب یہ کہنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہوں اور میں اٹھ کر چلا جاؤں، I am nobody اس regulation میں میرا کوئی تعلق نہیں ہے، ہمارے لیے سارے صوبے برابر ہیں، ہمارے لیے بہاولپور یا بدین، ٹھٹھہ سب برابر ہیں ، سارے صوبے پاکستان کے ہیں اور ان کی ایک ایک انچ زمین ہم سب کی نظروں میں برابر ہے، ہاں اگر کسی صوبے کو کوئی grievance ہے ، اگر سندھ کو کوئی problem ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے حصے کا پانی پنجاب لے گیا یا صوبہ بلوچستان کہتا ہے کہ میرے حصے کا پانی آپ نے پختونخواہ یا سندھ کو دے دیا ، ان کو حق ہے اور ان کے راستے میں جناب چیئرمین! کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ constitutional طریقہ ہے وہ CCI میں بالکل جا سکتے ہیں، وہ کیوں نہ جائیں ، ان کو جانا چاہیے اور اگر وہ نہیں جاتے اور وہ آپس میں بیٹھ کر کوئی فیصلہ خوش اسلوبی کے ساتھ کرلیتے ہیں تو پھر ہم ان کو زبردستی نہیں لے کر جا سکتے۔ یہاں تمام ممبران ماشاء اللہ مجھ سے زیادہ experienced اور well read لوگ ہیں ، 91 accord سے پہلے بھی فیصلے ہوئے ہیں لیکن اس وقت یہ تھا کہ جب پانی زیادہ ہو تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہوتا، اب 1991 accord کا اگر خاص تعداد کا

ذخیرہ ہے تو پھر اس کے لیے ایک فارمولا ہے کہ ...1, 2, 3 times آپ section 14 (2) پر چلے جائیں، یہ آپ کو بتاتی ہے کہ آپ نے share کیسے کرنا ہے۔ اب یہ کوئی سادہ سا جرگے کا معاملہ بھی نہیں ہے، یہاں technical experts بیٹھے ہیں، وہاں پر ان کے Irrigation Department کے experts آتے ہیں، Barrages کے experts آتے ہیں، وہ سارے water losses calculate کرتے ہیں کہ اگر تربیلا سے پانی چھوڑتے ہیں تو وہاں تک کتنا loss ہوگا، پنجند پر پہنچے گا تو کتنا loss ہوگا، سکھر اور کوٹری پر کتنا پہنچے گا تو یہ ساری calculations کرنے کے بعد ایک decision لیا جائے گا۔

جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے یہاں دست بستہ ایک گزارش بھی کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کئی دفعہ کسی مسئلے کو اتنا اچھال دیتے ہیں کہ بعد میں وہ کنٹرول نہیں ہو پاتا، پھر ہم سارے بھی صدق نیت کے ساتھ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے بیٹھ جائیں تو نہیں کر سکتے کیونکہ ہم اس کو اتنا politicize کر دیتے ہیں، points scoring میں ہم اتنا آگے چلے جاتے ہیں کہ وہ پھر ہمارے اپنے کنٹرول میں نہیں رہتا۔ یہ پاکستان کا بہت بڑا اور sensitive مسئلہ ہے۔ اس وقت صوبوں کو آپس میں جوڑنے کی بات ہے۔ اس دفعہ وفاق پاکستان کو مضبوط کرنے کی بات ہے لیکن اگر وہاں ایک ادارہ ہے اور وہ decision لے رہا ہے تو وہ تو 1991 سے کر رہا ہے۔ میں تو ابھی محمد علی درانی صاحب سے نہیں پوچھوں گا کہ کیا 1991 کے accord اس وقت نہیں تھے جب آپ کی حکومت تھی۔ ہم نے تو اس کو کچھ بہتر کیا ہے، ہم نے اس میں کچھ اور participation کروائی ہے۔ اگر کوئی out of the way solution نکلتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ I must commend the Chief Minister Punjab and Chief Minister Sindh. یہ یقیناً بات ہوئی تو ہم نے کہا کہ یہ اچھی بات ہے اور انہوں نے کہا کہ بالکل ہم بھائی ہیں، سندھ بھی ہمارا بھائی ہے، پنجاب بھی بھائی ہے، ہم بیٹھ کر مسئلہ حل کر لیں گے، آپ فکر نہ کریں، انہوں نے کہا ٹھیک ہے 91 accord کو follow کرو، کوئی مسئلہ نہیں ہوا لیکن میں اخبارات اور میڈیا میں دیکھ رہا تھا کہ ایسا طوفان تھا کہ پتا نہیں کل کیا ہو جائے گا۔ جناب! یہ ساری باتیں ہمیں اب قومی مفاد میں سوچنی پڑیں گی۔ ہم جذبات کی رو میں اتنا آگے نہ نکل جائیں کہ یہ مسئلہ اتنا گھمبیر اور دشوار بن جائے کہ حل بھی نہ ہو۔ جب میں یہ سب کچھ پڑھ کر وہاں گیا تو میں نے وہاں کا attitude دیکھا and I would like to salute them کہ جو کہتے تھے کہ اتنا بڑا crisis آگیا ہے، ایک ممبر اٹھ کر چلا گیا، دوسرا ممبر اٹھ کر

چلا گیا تو پتا نہیں اب کیا ہو گا؟ ایسے کچھ نہیں ہو گا۔ سندھ بھی ہمارا ہے، پنجاب بھی ہمارا ہے، بلوچستان اور پختونخواہ بھی ہمارا ہے، بہاولپور بھی ہمارا ہے۔ میں بہاولپور کے متعلق سینیٹر صاحب کے بیانات بھی پڑھتا رہتا ہوں۔ کاش! یہ دو چار سال پہلے شروع کرتے تو کچھ زیادہ متاثر کن بات ہوتی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہم اگر اپوزیشن میں ہوں یا حکومت میں، ہمیں ان قومی مسائل اور مفادات کو بحیثیت قوم دیکھنا ہو گا۔ اگر ہم ان چھوٹے چھوٹے معاملات کو ہوا دیں گے، اتنی تقسیمیں کھڑی کر دیں گے تو پانی تو وہی ہے جو ہمارے دریاؤں میں ہے، ستلج میں آپ کہاں سے پانی لائیں گے؟ آپ 1960 میں اپنا دریا دے چکے ہیں، آج ہم کہتے ہیں کہ وہ ریگستان ہو گیا ہے، وہاں پر ہم جلوس نکالیں گے۔ ٹھیک ہے اس سے آپ بطور لیڈر ابھر کر آجائیں گے لیکن اس سے کیا زمینداروں کو پانی مل جائے گا؟ کیا ستلج میں آپ پانی لا سکتے ہیں؟ جناب چیئرمین! .Let us be realistic خالی جذبات میں آکر کوئی بات کرنا، point scoring کرنا، وہ ضرور کریں کیونکہ یہ بھی سیاست کا حسن ہے لیکن جہاں sensitivity ہو، حساس معاملہ ہو وہاں سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے۔ جناب! پانی کے ذخیرے کے لحاظ سے ہمیں چھوٹے چھوٹے dams کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم بھاشا ڈیم کو جلد مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ آخر سستی بجلی کہاں سے آئے گی؟ جناب چیئرمین! آپ مجھے لٹکا دیں تو میں کہاں سے لاؤں گا؟ اگر کوئلے سے بجلی پیدا نہیں ہو گی یا ایٹمی بجلی نہیں ہو گی تو بتائیں کہ سستی بجلی تیل سے کہاں حاصل ہو گی؟ نہیں حاصل ہو گی۔ اگر ہم نے پانی سے بجلی پیدا کرنی ہے تو اس کے لئے 8,9 سال چاہئیں۔ بھاشاہ ڈیم کو ایک دن میں تو نہیں بنا سکتے۔ میں نے تو آپ کو ایک مثال دی ہے کہ افتتاح کرکے جانے والے چلے گئے، تالیاں بجا کر اور لوگوں کو خوش کرکے چلے گئے۔ دو دن ٹی وی پر ڈرامہ لگا کر چلے گئے، واہ واہ کرا لی لیکن کہاں ہے ڈیم؟ ہم نہیں چاہتے کہ ہم کوئی ڈرامہ کریں اور کل قوم کے سامنے ہماری نظریں نیچی ہوں۔ ہم جو حقیقت ہے وہ سامنے رکھنا چاہتے ہیں کہ کل ہمیں کسی قسم کی شرمندگی نہ ہو۔

میں عرض کر رہا تھا کہ نہ صرف بھاشاہ ڈیم بلکہ چھوٹے بڑے ڈیمز ہم نے بنانے ہیں، اس پر ہم نے initiatives لے لیے ہیں۔ ,700 million dollars اس وقت جناب چیئرمین! کس کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم کس دور سے گزر رہے ہیں۔ ایک دہشت گردی کے حوالے سے دیکھیں تو قوم کی ساری توجہ ادھر لگی ہوئی ہے، حکومت کی ساری توجہ ادھر لگی ہوئی ہے۔ ایک بہت بڑی جنگ جاری ہے لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے کیا کرنا ہے؟ اس کے باوجود 85 ارب روپے development پر خرچ ہوتے ہیں۔ بتائیں کہ آپ پارلیمنٹیرینز کو پیسے نہیں

ملتے۔ یہ ہمارا plan ہے، یہ کہنا کہ ہمارا vision نہیں ہے، یہ کہنا کہ ہم اتنی سمجھ نہیں رکھتے، good governance نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر بھی بحث کرانی چاہیے کسی وقت کہ good governance کی کیا definition ہے؟ میں صرف آپ سے یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں اور میں زیادہ time نہیں لینا چاہتا، میں جناب چیئرمین! windup کرنا چاہوں گا کہ سستی بجلی پیدا ہونا اور پانی کا ذخیرہ ہونا کیسے ہوگا؟ اب میں آپ کو بتاؤں کہ down stream Kotri تک پانی نہیں جا رہا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے نہ صرف environmental problems وہاں شروع ہو جائیں گے بلکہ ecological problems بھی شروع ہو جائیں گے، ان کے جو باقی سارے نظام ہیں وہ متاثر ہوں گے اور آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ آپ آئیں ہم آپ کو ہیلی کاپٹر دیتے ہیں اور ہمارے 4,5,6 districts visit کریں۔ مجھے آپ حکم کریں گے تو میں کل آجاؤں گا۔ میں دو دن پہلے بھی کراچی گیا تھا Irrigation department اور چیف منسٹر صاحب سے ملا ہوں۔ میں نے کہا کہ مجھے صرف ایک بات بتائیں۔ بارش نہیں ہوئی ہے اور دریاؤں میں پانی نہیں ہے، بتائیں کہ کہاں سے ہم لائیں گے؟ کیا ہم ایک دوسرے کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہم دست و گریباں ہو جائیں۔ کیا اس سے ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا؟ نہیں ایسے نہیں ہوگا۔ ہمیں ٹھنڈے دل سے بیٹھنا ہے۔ ایک چھوٹی سی problem ہے انہوں نے کہا کہ سندھ کو پندرہ دن پہلے پانی کی ضرورت ہو جاتی ہے اور پنجاب کو پندرہ دن بعد ہوتی ہے۔ چیف منسٹر پنجاب نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے، I agree. اب مجھے بتائیں کہ اس میں کوئی بری بات ہو گئی۔ آخر ہم پاکستانی ہیں۔ ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

جناب چیئرمین! یہاں میرے دوست ہیں سینیٹر محمد زاہد خان صاحب، انہوں نے کہا کہ سرحد پانی استعمال نہیں کرتا چونکہ ان کے پاس capacity نہیں ہے تو لہذا سندھ اور پنجاب ان کا پانی استعمال کرتے ہیں، جو آبیانہ ہم وصول کرتے ہیں ان میں سے ان کا share کتنا ہے؟ ٹھیک ہے، یہ آپ کہہ سکتے ہیں۔ آپ مجھے یہ بھی بتائیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ اپنا پانی استعمال کریں۔ اب نہیں ہو سکتا۔ اب وزیراعظم صاحب نے Left canal کا منصوبہ شروع کیا ہے۔ پہلے کیوں نہیں ہوا ہے؟ یہ تو 7,8 سال سے چل رہا ہے۔ کیوں اس کو approve نہیں کیا؟ 60 سال پرانا net hydel profit کا مسئلہ تھا۔ سپریم کورٹ سے لے کر چھوٹی سی چھوٹی عدالت تک لوگ جاتے رہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہماری حکومت کا خدا کے فضل و کرم سے vision ہے کہ 60 سال کا net hydel profit

کا مسئلہ ہم نے آکر حل کیا ہے۔ کبھی ہم نے ایک دن بھی آپ کو انکار کیا ہے، ہم نے کہا کہ آئیں اور بیٹھیں کہ جو آپ کا حق ہے وہ ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ میں محمود علی درانی صاحب سے یہ نہیں کہوں گا کہ آپ نے کہا کہ مجھے NFC پر اعتراض ہے۔ آپ تو 8 سال NFC کے نزدیک ہی نہیں گئے۔ یہ تو (عوامی) جمہوری نمائندہ حکومت کی باتیں ہوتی ہیں کہ وہ مسائل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور سینہ سپر ہوتے ہوئے مشکلات کو حل کریں۔ کیا آپ کے سامنے ہم نے مشکلات کو حل نہیں کیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ مشکلات حل ہوں۔ صرف ہمیں نہیں بلکہ تمام صوبوں پنجاب، سندھ، پشتونخواہ اور بلوچستان کو بھی داد دینی چاہیے۔ پوری قوم کو negative چیزیں دکھا دکھا کر افسردہ اور پژمردہ بنا دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنی قوم کو صحیح picture دیں، جہاں غلطی ہے تو اس کی picture دیں اور جہاں صحیح ہے وہاں صحیح دیں۔ یہ اللہ کا فضل نہیں ہے کہ صوبوں کے درمیان کبھی آہنگی ہوئی ہے؟ آپ کی تو سارے صوبوں میں حکومت تھیں۔ جناب چیئرمین! پچھلی حکومتیں سارے صوبوں میں تھی۔ اب خدا کے فضل و کرم سے یہ آئینی ترامیم کی جو بات ہوئی ہے۔ Let me give credit to this Committee. جب آپ ایک ایک شق سے آگے بڑھ رہے ہیں تو یہ کوئی معمولی بات تو نہیں۔ کیا ہمیں یہ نہیں بتانا چاہیے یا ہم یہ کہہ دیں کہ ہم آئین اور پارلیمنٹ کو ہی نہیں مانتے۔ بھئی، اس آئین اور پارلیمنٹ کے لئے تو ہم جدوجہد کرکے یہاں تک پہنچے ہیں۔ بڑے کٹھن مراحل طے کرکے یہاں تک پہنچے ہیں، بڑی قربانیاں دے کر پہنچے ہیں۔ آگ اور خون کا دریا عبور کرکے ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ ہمیں اس کی اہمیت کا احساس نہیں ہے۔ ایسی بات نہیں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو ایک minimum possible time ہے کسی چیز کا وہ تو دینا چاہیے۔

جناب چیئرمین! let me assure the House کہ پاکستان کی حکومت اپنے تمام حقوق کا تحفظ کر سکتی ہے خواہ ہندوستان کی بات ہو یا کوئی اندرونی بات ہو یا کسی کے ساتھ بھی کوئی بات ہو اور ہم نے یہ ثابت کیا ہے اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ 1973 کے آئین جس کی آج بات کی جا رہی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کا بھی کچھ credit جاتا ہے، اس کی خالق بھی میری جماعت تھی، وہ شہید ذوالفقار علی بھٹو تھے، انہوں نے پاکستان کو ایک آئین دیا، ایک متفقہ آئین دیا اور وہ dictator کے سامنے جھکے نہیں، اسے join نہیں کیا، اس کی گورنمنٹ میں شامل نہیں ہوئے اور اس کے سامنے yes نہیں کیا بلکہ پھانسی کا پھندہ اس نے قبول کیا اور انہوں نے کہا۔

(اس موقع پر اراکین نے ڈیسک بجائے)

راجہ پرویز اشرف: انہوں نے کہا کہ میں جنرل کے ہاتھوں مرنا پسند کروں گا لیکن میں تاریخ کے ہاتھوں مرنا پسند نہیں کرتا۔ یہ ذوالفقار علی بھٹو کے الفاظ تھے اور ہم اس کے پیروکار ہیں۔ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو نے اس ملک میں جمہوریت لانے کی خاطر اپنی جان کی قربانی دی۔ اس ملک سے dictator کو نکالا، اس کی وردی اتاری اور مجھے یاد ہے وہ دن جو کہتے تھے کہ سو بار، پچاس بار، دس بار وہ وردی میں رہے گا۔ ٹھیک ہے، اعتراض ضرور کیجیے، تنقید ضرور کیجیے لیکن معروضی حالات کو سامنے رکھ کر، ملکی حالات کو سامنے رکھ کر ہم سب محب وطن اور ہم سب اپنے ملک کے ایماندار لوگ ہیں، ہم سب سیاسی لوگ ہیں، جدوجہد کرکے آئے ہیں لیکن جب ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں تو فائدہ کسی تیسری قوت کا ہوتا ہے جو نہ ہمیں قبول ہے اور نہ آپ کو قبول ہے۔

جناب چیئرمین! میں انہی الفاظ کے ساتھ دوبارہ اس بات کو کہتے ہوئے اجازت چاہوں گا کہ پاکستان کے حق کا تحفظ کیا جائے گا، صوبوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا اور ہر مسئلے کو قانونی اور آئینی طریقے سے حل کیا جائے گا۔ آپ کا بہت شکریہ۔

Mr. Acting Chairman: Thank you very much.

ابھی میرا خیال ہے کہ آگے بڑھتے ہیں۔ محمود علی درانی، شوکت عزیز اور شوکت ترین والا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ یہ محمد علی درانی ہیں۔

سینیٹر محمد علی درانی: جناب چیئرمین! میں وزیر محترم کو بتانا چاہتا ہوں کہ میرا نام محمد علی درانی ہے۔ محمود علی درانی صاحب ریٹائرڈ جنرل ہیں اور وہ نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر تھے۔ جناب چیئرمین! میں نے اس کو move کیا تھا۔ نہ اس میں کیچڑ تھا اور نہ کوئی الجھاؤ تھا۔ بنیادی طور پر بات یہ تھی کہ national policy making ان اداروں کی جن کی مرکز میں بھی موجودگی ہے، وہ مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ 28000 میں سے 2000 کیوسک پانی ایک ایریا کو مل رہا ہے، وہاں انسان رہتے ہیں، NFC award کے اندر ناانصافی ہو رہی ہے، وہاں پر بھی انسان رہتے ہیں۔ اس کے لئے policy required ہے، اس پر policy بننی چاہیے، میں ابھی بھی insist کروں گا کہ اس issue کو water and power کی کمیٹی کو refer کیا جائے کیونکہ وزیر موصوف نے جو کچھ مجھے کہا اور حکومت کو کہا، میں کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہوں گا کیونکہ میں agree کرتا ہوں کہ اس وقت تنقید کرنا چھوٹی بات ہے اور اس کا جواب دینا اس سے بھی چھوٹی بات ہے۔ اس وقت بنیادی

یہ ہے، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ لوڈشیڈنگ نے کب ختم ہونا تھا اور کب نہیں ہونا تھا یہ سب issue پرانی باتیں ہیں لیکن بات اتنی سی ہے کہ اس وقت کی صورتحال میں، میں یہ چاہوں گا کہ اس issue کو Water and Power کی Standing Committee کو refer کیا جائے کیونکہ پانی کی distribution اس وقت inter-provincial distribution اب میں سینیٹ میں ایک علاقے کو represent کر رہا ہوں I am the only senator for that area میں نے آپ کے department کے اعداد و شمار دیئے۔ آپ نے اس میں سے کسی چیز کا جواب نہیں دیا۔ میں نے بتایا کہ Indus Basin Treaty کی violation ہوئی ہے۔ آپ نے جن نہروں کا نام لیا ہے اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک تریموں، اسلام لنک کینال اس میں لکھی ہوئی ہے وہ آج تک نہیں بنی۔ آپ میرے گناہوں کا بوجھ کیوں اٹھاتے ہیں۔ اگر کوئی میری حکومت کے گناہ تھے یا اس سے پچھلی ساٹھ سالہ حکومتوں کے گناہ تھے جناب والا! آپ اس کا بوجھ کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ انصاف کی بات کریں، آپ اس کو enquire کرائیں، میں نے جو باتیں کی ہیں وہ اس لیے تاکہ ان کی انکوائری کے جواب میں آئندہ کے لیے قوم کا بھلا ہو سکے۔ میں نے کوئی کسی پر اعتراض نہیں کیا، نہ میں نے کسی پر کیچڑ اچھالا، میرے کسی سوال کا وزیر صاحب نے جواب نہیں دیا۔ جناب والا! میں پانچ سال نہیں بولا، کوئی نہیں بولا چالیس سال، کوئی نہیں بولا پچاس سال، اب اگر کوئی بول ہی پڑا ہے تو اس کا یہ جرم نہیں ہے، قائداعظم سے کسی نے پوچھا کہ آپ تو کانگرس میں تھے، انہوں نے کہا کہ میں میٹرک میں بھی تھا۔ راجہ صاحب بھی میٹرک میں تھے، ان کے بڑے بھی کسی فوجی کے ساتھ تھے۔ ان باتوں کو چھوڑ دیں۔ بات اتنی ہے کہ اس وقت جو issues ہیں، جن کو ہم raise کر رہے ہیں، ان issues کو due consideration دیں۔ ان کے لیے policy making کریں۔ ان کے بارے میں ہمیں مطمئن کریں، ہم بچے تو نہیں ہیں کہ ایک جذباتی تقریر سے خوش ہو جائیں گے۔ مجھے بتائیں گے کہ میری نہریں کیوں بند ہیں اور دوسری کیوں چل رہی ہیں۔ مجھے بتائیں کہ تریموں، اسلام نہر لنک کہاں ہے اور کس جگہ بنی ہے؟ میں سمجھتا ہوں، میں خود انجنیئر ہوں۔ اگر میں نے پڑھائی کرنے کے بعد ایک issue کو اٹھایا ہے تو اس کا مجھے پڑھا لکھا جواب چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! میری پرجوش۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اسی حوالے سے بات کرنے لگے ہیں۔ میں تھوڑا official business کرکے پھر point of order کی طرف آتا ہوں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! میری گزارش تو سنیں۔ گزارش یہ ہے کہ ماشاءاللہ انہوں نے بڑی اچھی تقریر فرمائی اور بڑی معلومات ہمیں عنایت کیں۔ مگر جس غریب صوبے کی بات میں نے کی تھی، میں نے کچھی کینال کی بات کی تھی، میں نے کہا کہ ایک عرصے سے سن رہے ہیں اس کے اہداف کے متعلق لیکن اس کا تذکرہ تک نہیں ہوا۔ میں وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس حوالے سے بھی ذرا ہمیں بتائیں کہ اس پر کام ہو رہا ہے، ہو گا، ارادہ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہاں please add کریں، Chair خاموش ہے، میں خود اس صوبے سے تعلق رکھتا ہوں۔ راجہ صاحب National Water Shed Policy یہ باتیں ہم سننا چاہتے تھے کہ آپ ان چیزوں کے لیے کیا plan کر رہے ہیں۔

راجہ پرویز اشرف: جناب چیئرمین! اس پر بھی کام ہو رہا ہے انشاءاللہ تعالیٰ Agricultural, Wapda سارے مل کر حل رہے ہیں اور انشاء اللہ وہ سامنے آئے گی۔ I am sorry to say and let me apologize کہ ہمارے جو ممبر حیدری صاحب ہیں ان کا پوائنٹ یہ تھا کہ کچھی کینال پر کام ہو رہا ہے یا نہیں؟ کچھی کینال کا کام تعطل کا شکار تھا۔ ہم نے اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر کام کو تیز کیا ہے۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس دسمبر میں ایک لاکھ ایکٹر زمین پر جو گندم کاشت ہو گی انشاءاللہ تعالیٰ اس کو کچھی کینال پانی فراہم کرے گا۔ اس پر دن رات کام ہو رہا ہے اور ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! معزز ممبر درانی صاحب ہیں، مجھے احساس نہیں ہوا کہ میں محمود علی کہہ رہا ہوں، میں ان سے معذرت خواہ ہوں، میں انہیں بڑے اچھے طریقے سے جانتا ہوں، میرے دوست ہیں، میں نے آپ کو اشارتاً بتایا تھا کہ ہمارا بڑا محبت کا ایک سلسلہ ہے۔ یہ انجنیئر ہیں انہوں نے ہمیں پانچ سال تو نہیں بتایا اور آج مجھے زیادہ افسوس ہو رہا ہے کہ یہ حکومت میں تھے، یہ وزیر تھے، یہ انجنیئر تھے اور کم از کم اگر یہ بہاولپور کی دس فٹ نہر شروع کردیتے تو ہم اس پر چل پڑتے۔ اب ہمیں شروع سے شروع کرنی پڑے گی، کوئی feasibility بنا لیتے۔ آپ سے یہ کوتاہی ہو گئی انشاءاللہ تعالیٰ ہم کوشش کریں گے کہ اس پر کام ہو۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ national water shed policy اس level پر آئیں۔ ہم نے پاکستان میں اپنے future کی تیاری کرنی ہے۔ شکریہ۔ ابھی ہم تھوڑا official business کرتے ہیں، پھر ہم point of order کی طرف آتے ہیں یہ late بھی ہوتا جا رہا ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: اس میں according to 194 اس پر discussion کرنی ہے لیکن میرے ذہن میں بالکل idea ہے کہ رضا ربانی صاحب، حاجی لشکری صاحب کو چیئرمین صاحب کو میں special request کروں گا کہ special meeting بلائیں to formulate a national water shed policy. اس میں electricity بھی ہو گی۔ ابھی میں چاہتا ہوں کہ پہلے official business ختم کر لیں۔ میں چاہتا ہوں she is a working lady, domestic life بھی ان کی ہے۔ بچی چھوٹی گھر پر چھوڑ کر آتی ہیں۔ Madam please move item No.15.

Legislative Business

Laying of Bill on Value Added Tax, 2010

Ms. Hina Rabbani Khar (Minister of State for Finance and Economic Affairs): Thank you very much. I beg to lay on the table of the Senate a copy of the Federal Value Added Tax Bill, 2010, under Article 73 of the Constitution, for making recommendations, if any, thereon to the National Assembly.

Mr. Acting Chairman: A copy of the Federal Value Added Tax Bill, 2010, stands laid. Madam move item No. 16 please.

Ms. Hina Rabbani Khar: I beg to move that the Senate may make recommendations, if any, to the National Assembly on the Federal Value Added Tax Bill, 2010, under Article 73 of the Constitution.

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: جناب چیئرمین! اس پر گزارش ہے کہ under Article 73, there is a requirement that the recommendations should reach the National Assembly within seven days.

Mr. Acting Chairman: And we will prorogue.

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: جی جناب۔ اس میں میری submission یہ تھی کہ seven days should be counted from the day when the House meets and even it could be referred to the Committee but certainly for counting the seven days that would be a problem and I feel so.

جناب قائم مقام چیئرمین: تھوڑا رضا ربانی صاحب سے input لے لیں۔ تھوڑا اس میں constitutional matter ہے۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: It is a constitutional requirement that the report has to be submitted in seven days.

Mr. Acting Chairman: In seven days but we will prorogue.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, National Assembly is also not in session and matter has also been sent to the Committee.

جناب قائم مقام چیئرمین: اچھا ادھر بھی کمیٹی کو بھیجا ہوا ہے۔ رضا صاحب۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: And this is the problem which is right now. In case if you table this Bill then you have to submit a report within seven days.

Mr. Acting Chairman: Then we should not table it. Now seven days

کی requirement تو پوری نہیں ہو رہی۔ رضا صاحب۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir it has already been tabled. How can you not table it.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: At this stage it should be referred to the Committee first. The Committee has to examine it.

جناب والا! Article 254 کو invoke کر لیں۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, let us not lay reliance on Article 254 here. We are blatantly violating a provision of the Constitution and we have been asked to take refuge of Article 254.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: But that is the provision in the Constitution.

Senator Mian Raza Rabbani: No, that is not a provision to be used like this. You had all the time. You were sitting for two weeks. Why did you not lay the Bill at that time on the floor? You are laying it on the day the House is being prorogued and you are saying that let us take recourse to Article 254 of the Constitution.

Mr. Acting Chairman: Raza sahib, it was referred to the Committee in the National Assembly also. Am I right.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I am sorry. It may have been referred to the Committee in the National Assembly. If you just give me one minute to go through this.

Mr. Acting Chairman: O.K. Please have a look on it. We can wait one minute.

کیونکہ Parliament کا اصول ہے کہ آئین کے مطابق چلیں۔ ہم ہی نے precedence set کرنے ہیں for our future generation. راجہ صاحب! تھوڑا آپ بھی Constitution کو دیکھ لیں۔

راجہ صاحب کو floor دیں ایک منٹ کے لیے۔ کیا میں Constitution کی کتاب آپ کی طرف بھیجوں؟

(Pause)

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, Article 73 is very clear and its Clause (1) says; "Notwithstanding anything contained in Article 70, a Money Bill shall originate in the National Assembly: Provided that simultaneously when a Money Bill, including the Finance Bill containing the Annual Budget Statement, is presented in the National Assembly, a copy thereof shall be transmitted to the Senate which may, within seven days, make recommendations thereon to the National Assembly."

Now, the point is that in the National Assembly, this is a Money Bill which is originated, this is what I presume it is, because I am not aware of that but if the honourable Minister of State for Finance can correct me if I am wrong, that this is a Money Bill which originated in the National Assembly and obviously, since it is a Bill which is originating in the National Assembly, it can be sent to the Standing Committee of the National Assembly and the National Assembly's Standing Committee will go through it and the procedure that is adopted for any other normal Bill will be applied. It can be referred to the Standing Committee like the Annual Budget Statement when it comes or is referred by this House to the Finance Committee but the Finance Committee is then under a time mandate that it has to send back the recommendations within seven days. The House has to approve those recommendations and it has to go back within seven days. So, this is what the position is, in the Senate. There is a material difference because it is a Bill which has originated in the National Assembly, therefore, that Bill can be referred to the Standing Committee, the Standing Committee

can take x number of days in the National Assembly that is perfectly all right but the Constitution mandates under Article 73 that when that Bill is laid in the National Assembly, it will be transmitted to the Senate and the Senate will give its recommendations, if any, within seven days. Now, whether you send it to the Finance Committee or it lies here and you make the recommendations on the floor, regardless of whatever the procedure you adopt, the recommendations have to go back within seven days. Now, what we have been asked by the Secretariat, unfortunately? We are Parliament. This is the Senate of Pakistan and we are being asked to take this escape clause and it is nothing more than a escape clause, that we are violating the Constitution and we are saying that we are violating the Constitution but we are hiding behind the skirt of Article 254. I am sorry, sir. This is something which Parliament should be the last institution to say and what does Article 254 say? 254 says; "When any act or a thing is required by the Constitution to be done within a particular period and it is not done within that period, the doing of the act or a thing shall not be invalid or otherwise ineffective by reason only that it was not done within that period."

How can Parliament in its right mind want to hide behind Article 254? Just remember, you have a detailed order which your Committee on Privileges has just passed on a Privilege Motion which was moved by Professor Khurshid and myself that the Senate did not sit for its 90 days during the last Government and the findings of that Privileges Committee, there also the Law Ministry wanted to hide behind the skirt of 254, you take that report, it has been laid, and it was said in that explicitly that Parliament cannot hide behind. Yes, the provision is there. I don't deny that provision, but Parliament cannot hide behind the skirt of

254. Then sir, you have been in session for almost two weeks. Why did not the Government bring the Bill earlier? They knew that the Senate is going to be prorogued on the first. The Ministry of Parliamentary Affairs should have made sure that this Constitutional requirement is fulfilled. This Finance Bill has been moved last week in the National Assembly so that the Senate could have done its work. Now, the delay is perhaps, obviously and at the end of the day you are going to hide behind 254 but it will be what? Seven days will turn into almost a month.

Mr. Acting Chairman: About three to four weeks.

Senator Mian Raza Rabbani: Three to four weeks. If the Parliament itself is not going to respect its mandate and particularly this is infringing upon the rights of the Senate. I mean all the due diligence should have been exercised that a Money Bill is being moved in the National Assembly. It has now come to the Senate. This tantamounts to depriving Senate of making a recommendation on the Bill and taking Senate for granted

کہ ٹھیک ہے last day move کردیں گے۔ I am sorry, sir.

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں نہیں، میں Leader of the House سے بھی کہوں گا کہ Constitutionally we have to..... Yes, Safdar Abbasi sahib.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب والا! رضا ربانی صاحب نے جو باتیں کی ہیں میں ان کو fully support کرتے ہوئے ایک چیز clear کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو Finance Committee کا تصور ہے، جب بجٹ آتا ہے اور Finance Committee کو ہم refer کرتے ہیں، وہ سب ہمارا procedural matter ہے secretariat کے کرنے کے لیے کہ جی اس کمیٹی میں جائے گا کیونکہ بہت ساری recommendations آتی ہیں۔ تقریباً 250, 300 recommendations ہوتی ہیں تو کمیٹی بیٹھ کر sift کرکے اور پھر ایک consensus بناتی ہے اور جو consensus recommendations ہوتی ہیں وہ House میں آجاتی ہیں اور پھر

House جن کو چاہتا ہے ان کو pass کرتا ہے۔ عموماً یہی ہوتا ہے کہ جو آتی ہیں ان کو pass کر کے ہم National Assembly کو بھیج دیتے ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ جو سات دن کا time period ہے وہ ہم سب مانتے ہیں کہ یہ بہت کم ہے۔ ان سات دنوں میں budget process پورا نہیں ہو پاتا۔ میں سمجھتا ہوں رضا ربانی صاحب اپنی آئینی کمیٹی میں جو deliberation کر رہے ہوں تو اس سات دن کے period کو بھی بڑھانے کی کوشش کریں لیکن میں سمجھتا ہوں اگر سات دنوں میں ہم recommendations واپس House کو نہیں بھیجتے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے سینیٹ کی input لی ہی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ کس طرح سے اس مسئلے سے نکلیں گے، میں سمجھتا ہوں کہ جو قانون دان ہیں وہ زیادہ بہتر انداز میں اس کو دیکھ سکتے ہیں لیکن میری نظر میں کمیٹی کا ایک facilitation کا طریقہ کار ہے اور جہاں تک سات دن کی پابندی ہے وہ آئینی پابندی ہے۔ اگر ہم سات دن اپنی recommendations نہ بھیج سکے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ہم Constitution کو violate کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی راجہ ظفر الحق صاحب۔ میں personally feel کر رہا ہوں کہ next session میں آنے دیں۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جو points سینیٹر رضا ربانی صاحب نے کہے ہیں وہ لفظ بہ لفظ درست ہیں اور procedure یہی ہونا چاہیے تھا کہ جو Money Bill National Assembly میں آتا ہے سینیٹ کی input کے لیے پھر وہ یہاں بھیجا جاتا ہے اور پھر سات دنوں کے اندر آپ recommendations دیتے ہیں اور پھر وہ واپس National Assembly کو جاتا ہے اور National Assembly اس کو consider کر کے finalize کرتی ہے۔ یہ Procedure ہے۔ اب درمیان میں سے ایک چیز نکل گئی ہے اور آج House prorogue ہو رہا ہے۔ National Assembly بھی session میں نہیں ہے اس لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ یہ Article 76 ہے؛ "A Bill pending in either House shall not lapse by reason of the prorogation of the House." اگر اس کی consideration کرنی ہے تو واقعی پھر کمیٹی کو ہی بھیجنا پڑے گا، اس کے علاوہ اس دوران کچھ اور چیز تو ہو نہیں سکتی۔ یہ اگر سات

دن پہلے آجاتا تو ابھی تک وہ پورا ہوجاتا لیکن میرے خیال میں Ministry of Parliamentary Affairs نے اس پر غور نہیں کیا۔

(Pause)

Mr. Acting Chairman: Leader of the House.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Mr. Chairman, It is given in Article 73.

جناب قائم مقام چیئرمین: 76 کو بھی دیکھ لیں۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Originally it was not in the 73 Constitution, it was subsequently added. These provisions were subsequently added, sir. The point was this, that in fact, the legislators just think in mind that the annual budget is presented and at the same day the copy of that is transmitted to the Senate and the Sessions of the both Houses are in progress. So, they make recommendations and the one thing which you see that the Article 73, as far as the sending of recommendations, it is not an obligatory thing. The word uses 'may', it is not 'shall'. So, certainly we do want that the Senate should send its recommendations to the National Assembly but point is this, as I earlier said about Article 254, this Article is probably meant for occasions like arises over here and then to get a rescue from that obviously. The point is this that it should have been transmitted to the Senate the day when it was presented before the National Assembly. This was the obligation, the word 'simultaneously' has been used over there.

So, there was no need that it should be presented before the Senate on the 2nd day or the 3rd day. The word 'simultaneously' has been used. 'Simultaneously' means when it is presented before the National Assembly, it should have been

presented before the Senate. I would say this is slackness but certainly, now today it has been tabled, either the Minister should move a motion to withdraw it, that is one thing, that she can move it and if the House agrees to it, then it could be withdrawn. But at the same time, I would say again that it is not in accordance with the Constitution because the word used is 'simultaneously', it ought to be presented before the Senate on the day it was put before the National Assembly. Now, what I feel is that if we take the refuge of word 'may'. Senate would give recommendations, I myself give recommendations, that is an option to the members of the Senate, whether they want to give the recommendations but what I feel is this that it should be sent to the Committee as the budget is sent to the Finance Committee, they examine it and they bring the report before the Senate and then it is transmitted after approving those recommendations to the National Assembly. So, I feel that this matter should be sent to the Committee. Let it be examined by the Committee and let them give the recommendations to the House so that it could be examined by the House.

Mr. Acting Chairman: Mian Raza Rabbani.

Senator Mian Raza Rabbani: With due respect and again I am not doing this exercise for point scoring or anything else but this is an exercise which is being done to assert on the bureaucracy, that Parliament, the Constitution and the Rules of Business are supreme.

Now, Mr. Chairman, what the honourable Minister has just informed me, this Bill was perhaps laid in the National Assembly on Wednesday or Thursday, the Senate was in session at that time, it wasn't that we were not in session. Both the Houses were meeting at the same time. So, the command of the Constitution under

Article 73 of ''simultaneously laying in the two….,'' could have been missed, the day the Bill was introduced in the National Assembly, the Ministry of Parliamentary Affairs should have ensured that in compliance of Article 73 it was on the Orders of the Day in the Senate so that the Senate could have taken up the matter and made recommendations. Mr. Chairman, now, this is a very important Bill, it is to introduce and implement a broad based tax on sales and purchases of goods, in terminal taxes on goods for passengers carried by rail, sea or air, taxes on their fares and freights to form a broad based tax on consumption. Now, this is a very important Bill, it is a Bill which has something like, I don't know, how many…… 96 Sections. 96 Sections this bill has, it is a very important Bill and obviously the Senate would like to make a contribution to it.

The word 'may' which is being said in the Proviso, is for the Senate to decide whether it wants to make contribution or not but on such an important piece of legislation, how will the Senate forego its right to make recommendations to the National Assembly.

So, I would say, Mr. Chairman, that obviously some way out has to be found and I think the best way out or where the least damage that can be caused is and you are taking perhaps the slightest advantages of 254 would be that, I would agree with the Leader of the House, that the honourable Minister withdraws these two motions and when the Senate meets next time...

Mr. Acting Chairman: In new parliamentary year.

Senator Mian Raza Rabbani: Yes, sir. When the Senate meets the next time in its next session, at that time on the first day, the Bill should be laid and 6 or 7 days will start running from then. To that extent may be 254 can be brought into operation but for such a glaring omission that we take it in today and then

we wait for the session after two weeks or three weeks and we use 254 there. I am sorry, in any case, I want to be on record, I am against the use of 254 but as an alternative perhaps where no way out is left and I would like, Mr. Chairman, for you to pass strictures against all those officers who are connected with or related to the process of having not brought this Bill on to the Orders of the Day of the Senate. Strictures must be passed, a clear message must be sent across that Parliament either House cannot be taken for a ride, that Constitutional provisions cannot be over ridden and a refuge cannot be taken under severities of 254.

Mr. Acting Chairman: Thank you very much. I think, Madam, please move the Motion that you would like to and I will have to ask the House that you should allow to withdraw the Bill.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, again it should be a violation. Withdrawing is something else, the word 'simultaneously' is used in Article 73. So, we have to see those provisions also.

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ تو ہے،

it has not been moved simultaneously. As Raza Rabbani says, strictures has to be passed against the officials who are responsible.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, there were concepts behind that. The annual budget presented on the same day, that budget should come to the Senate. During the budget session, both the Houses are in session, Senate makes recommendations within seven days. So, point is this that how would you come out of this word 'simultaneously'.

Mr. Acting Chairman: I think they will have to reintroduce it.

Senator Mian Raza Rabbani: Actually the word 'simultaneously', as far as the budget is concerned, obviously means that the moment the budget is presented there in the National Assembly, it should be presented in the Senate simultaneously but I think in terms of interpretation, in terms of a Money Bill, it is not always that both the Houses meet together. It is possible that the National Assembly is in session, let us say in the month of January and in the month of January the Bill is tabled or introduced in the National Assembly, then that would mean that the first session of the Senate that takes place after the Bill has been introduced into the National Assembly, the Bill would be laid before the Senate but in those cases it would not be possible for a simultaneous laying. Budget, yes, both the Houses have to be summoned for that purpose but in terms of this, I think, you could stretch the interpretation to that extent, although if you go stricto senso, then it would mean that if a Money Bill is being introduced and the Senate is not in session then the Government should summon the Senate into session and lay it simultaneously. If you go for a purely stricto senso, of interpretation then that is it.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, ultimate refuge is in Article 254 what I understand.

جناب قائم مقام چیئرمین: انہوں نے Article 254 کے تحت گنجائش دی ہے۔ We have to refer it to the Finance Committee and in the coming session Finance Committee has to put it before the House in 7 days.

Mr. Acting Chairman: Bukhari Sahib! Being the Leader of the House, please investigate this matter that why it has been done with the Senate.

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: بالکل جناب والا!

Primarily, the Order of the Day is prepared by the Parliamentary Affairs Ministry, so they should have been vigilant about that keeping in consideration the provisions of the Constitution but what I feel right now is that the only refuge is in Article 254 and you have to proceed with that.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I would like to have an assurance from the Minister that the Bill would not be passed from the National Assembly till such time the recommendations go from the Senate.

Mr. Acting Chairman: Minister Sahiba.

Ms. Hina Rabbani Khar: Absolutely, I don't know to give that assurance but if you have seen in the last two weeks that we have been in session, every Bill that has been passed by the National Assembly Committee, when it has comes to Senate and the Senate has demanded that it be referred to the Committee, we have, with a very open heart, done that and this being an extremely important Bill, Senator Raza Rabbani and the other Senators are extremely right in pointing out that we will not want to, for it to be passed by the Standing Committee of the National Assembly until and unless we have the recommendations of the Senate because we would have to then go through this process again and again. You have absolutely my answer on that.

Mr. Acting Chairman: Thank you madam. Assurance is granted and the Bill is referred to the Finance Committee. Thank

you very much. Now, take up points of order. Madam Kulsoom Perveen.

سینیٹر محترمہ کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے دو چھوٹے چھوٹے پوائنٹس کی طرف توجہ دلاؤں گی۔ جناب! ایک تو یہ ہے کہ جتنے بھی bill move ہوتے ہیں یا ہاؤس میں debate ہوتی ہے، ان میں ہماری پارٹی بی این پی (عوامی) پورا پورا حصہ لیتی ہے لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ پارٹیاں جن کا single person بھی ہاؤس میں موجود نہیں ہے، وہ بہت highlight ہوتی ہیں۔ ان کا بڑا نام لیا جاتا ہے۔ ہماری پارٹی، بی این پی (عوامی) بلوچستان حکومت میں بھی تیسری بڑی پارٹی ہے۔ ہماری پارٹی کے منسٹر تقریباً پورا وقت یہاں ایوان میں بیٹھے رہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے ہاؤس کی requirement پوری کی۔ میں جناب سے عرض کرنا چاہوں گی اور پرنٹ اور الیکٹرونک دونوں میڈیا سے کہوں گی کہ ہماری پارٹی کا نام بی این پی عوامی ، ساتھ آنا چاہیے۔ کیونکہ بطور پاکستانی، بطور بلوچستانی میں یہاں بیٹھ کر جو کچھ سوچ رہی ہوں، جو بول رہی ہوں، وہ میرے صوبے تک پہنچنا چاہیے۔ جناب میرا دوسرا پوائنٹ یہ ہے اور مجھ سے پہلے جناب وسیم سجاد صاحب نے یہ پوائنٹ آؤٹ کیا کہ حادثاتی طور پر ایک بچے کی رکشے میں ولادت ہوئی۔ میں اس طرف نہیں جاؤں گی۔ ہمارے صوبے کی حالت آپ کو پتا ہے۔ وہاں ابھی تک گدھے گاڑیوں پر عورتیں جاتی ہیں اور اس process سے گزرتی ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ ایک شریف خاندان کو کیوں اس طرح highlight کیا گیا اور ایک ایسا issue جو issue نہیں تھا، اسے issue بنایا گیا۔ جناب! سیکورٹی پولیس پلان کرتی ہے۔ نہ President of Pakistan، نہ Prime Minister of Pakistan۔ یہ ان پلان کرنے والوں کا قصور ہے، جنہوں نے صحیح پلاننگ نہیں کی۔ میں دوسرے issue کی طرف توجہ دلاؤں گی، جس میں مجھے آپ کی مدد کی بھی ضرورت ہے۔ وہاں پینسٹھ لاکھ کی آبادی ہے، کیوں وہاں ہیلتھ کی پوری سہولیات موجود نہیں ہیں۔ کیوں آپ کے صوبے میں basic health centers نہیں ہیں۔ کیوں یہ سہولت اس عورت کو وہاں نہیں ملی۔ کیوں یہ سہولت اس عورت کو اس کے صوبے میں نہیں ملی۔ کیوں یہ سہولت اس عورت کو اس کے گھر کے پاس نہیں ملی؟ جناب اس دن میں پرائم منسٹر سے ملی۔ میں نے کہا جناب! شیخ زید ہسپتال آپ نے بہت بڑا بنایا ہے۔ بہت far flung area میں ہے۔ کئی ایکڑ زمین اس کے پاس ہے لیکن وہ صرف ایک عمارت ہے۔ اس میں آلات نہیں ہیں۔ ہمیں یو اے ای کی حکومت کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔ وہ آپ کا صوبہ ہے۔ اس کے سات آٹھ ضلعے

ہیں۔ میں پرائم منسٹر صاحب سے کہتی ہوں کہ جناب اس وقت ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ آپ شیخ زید ہسپتال کے لیے کوشش کریں، جہاں اب بھی روزانہ تقریباً سترہ اٹھارہ سو مریض آتے ہیں۔ وہاں گائنی وارڈ ہونا چاہیے۔ عورت کو اس کے گھر میں سہولت ملنی چاہیے۔ ہمارے ضلع کی کل آبادی ملتان جتنی ہے۔ ہمارے صوبے کو تو سو فیصد ہیلتھ کی سہولت ملنی چاہیے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر اس عورت کو گھر میں سہولت ملتی، اس کے ضلع میں سہولت ملتی تو وہ عورت کبھی بھی رکشے یا بسوں میں خوار نہ ہوتی۔ شکریہ۔

Mr. Acting Chairman: Thank you madam. Senator Mian Raza Rabbani.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I am sorry, I am taking you back to that because I am not mentally being able to reconcile that Parliament is using Article 254. There is a solution. You have referred the matter to the Standing Committee, you are the Chair, you are the Chairman Senate today. Don't read out the order of prorogation, extend the session for 6 days. Let the Committee meet and the Senate approve the recommendations and send it to the National Assembly. You will stop a violation of the Constitution. Don't prorogue the House today. Let us not take the blood of violating the Constitution on our hands, we are Parliament.

جناب قائم مقام چیئرمین: Sense of the House اس چیز میں لے لیں کہ رضا ربانی صاحب نے بات کی ہے اگر اکثریت چاہتی ہے کہ House prorogue نہ ہو تو we will not prorogue the House today. پھر چھ دن کے بعد we will meet, if you want it.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جو رضا صاحب نے بات کی ہے وہ انتہائی مناسب ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پھر ان سات دنوں کے اندر، اگر آپ کمیٹی کو refer کر رہے ہیں تو Chairman Finance Committee کو یہ directions pass کرنی ہوں گی کہ وہ آئیں اور meeting call کریں and within two to three days their recommendations should come in the Senate پھر سینیٹ ایک دن بیٹھے اور وہ recommendations

simultaneously کرے اور اس کے بعد قومی اسمبلی کو بھیجے۔ یہ دونوں چیزیں آپ کو discuss کرنی ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ آپ prorogue نہ کریں بلکہ adjourn چھ دن کے لیے کریں۔ دوسرا یہ کہ Chairman Finance Committee کو direct کریں کہ call meeting کرے اور جو بھی Committee کا consensus ہے یا جو بھی سفارشات ہیں وہ ایوان میں آئیں اور meanwhile جو ممبر بھی اس قانون کے اندر amendment دینا چاہتا ہے وہ دے سکتا ہے اور فنانس کمیٹی کو within three days hand over کر سکتا ہے یا جو بھی آپ کی طرف سے direction ہو۔

Mr. Acting Chairman: The House was summoned by the President of Pakistan….

Senator Mian Raza Rabbani: I know that House has been summoned by the President and it is up to him to prorogue the House but the point is that under the rules, you as Chairman, have inherent powers and you are presiding over a session in which you are moving to violate the Constitution of Pakistan. The point is that this violation of the Constitution of Pakistan has been brought about by an action of the Government of Pakistan. Now, when is a more opportune moment for the Chair to use its inherent powers than this to prevent a violation of the Constitution of Pakistan and it is not a small violation, it is a blatant violation of the Constitution. If you don't use your power now, then when will you use your inherent powers.

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب والا! بات یہ ہے کہ بالکل صدر نے session summon کیا ہے اور prorogue بھی Presidential order سے ہوگا، جب آپ prorogue کریں گے تو Presidential order آئے گا۔ آپ جب adjourn کریں تو یہ session کی adjournment آپ کا prerogative ہے کہ چاہیں تو جمعہ کی بجائے پیر کو لے جائیں یا آج پیر ہے تو آپ چھ دن بعد adjourn کریں۔ Prorogation آپ نہیں کریں گے بلکہ وہ تو Presidential order سے ہی ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میں ذرا House کو confidence میں لے لوں، کوئی چیز چھپانی بھی نہیں چاہیئے۔ یہ ہمیں National Assembly سے 24th کو refer ہوا ہے لیکن یہاں آج آیا ہے۔ This is something.... 3rd March is the last date and that is day after tomorrow. you can understand that Finance Committee اس میں can be summoned. اس لیے آپ سے پوچھ رہا ہوں، confidence میں لے رہا ہوں۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, then what is the secretariat doing?

Mr. Acting Chairman: This is where we are .....

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, what is the secretariat doing? We are becoming party to the violation of the Constitution because of the 'baboos'. The 'baboos' had held us hostages always and they are holding us hostage again.

جناب قائم مقام چیئرمین: Leader of the House and Leader of the Opposition ہوتے تو میں ان سے بات کرکے آگے بڑھتا۔ یہ کچھ چیزیں ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کو confidence میں لوں۔ Anybody else? غفور حیدری صاحب، آپ بات کرنا چاہتے تھے، میں آپ کو بھی confidence میں لینا چاہتا ہوں کہ کوئی غلط بات نہ ہو جائے۔ آپ point of order پر کچھ کہنا چاہتے تھے؟ بارہ ربیع الاول اور اتوار، دو دن چھٹی کے گزر گئے ہیں اس لیے گڑ بڑ ہو گئی ہے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: یہ بحث مکمل ہو گئی ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی ہو گئی ہے، اب آپ اپنا point of order raise کر لیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین۔ گزارش یہ ہے کہ ستائیس فروری، بارہ ربیع الاول کو پورے ملک میں عید میلاد النبی ﷺ جوش و خروش سے منائی گئی۔ ملک کے تمام حصوں میں بڑی پروقار تقریبات منعقد ہوئیں مگر بعض مقامات پر بڑے افسوسناک واقعات بھی ہوئے۔ ڈیرہ

اسمٰعیل خان میں تحصیل پہاڑپور میں دیوبندی مسلک کے مدرسے پر حملہ کیا گیا اور اس کے نتیجے میں سات، آٹھ لوگ قتل ہوئے۔ سانگی کے مقام پر ایک مدرسہ جہاں پر نہ جلوس کا route تھا، کچھ بھی نہیں تھا، وہاں بھی اس طرح سے حملہ ہوا اور کافی لوگ زخمی ہوئے۔ کراچی میں دو مقامات، جامعہ حمادیہ اور ایک اور مدرسے کا اسی طرح کچھ شرپسندوں نے رخ کیا، وہاں ایک طالبعلم شہید ہوا اور کافی بچے زخمی ہوئے۔ فیصل آباد میں مولانا ضیاء القاسمی صاحب جو اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے ہیں، ان کے ہاں بھی جھگڑا ہوا کئی گاڑیاں جلائی گئیں۔ مولانا ضیاء القاسمی تو عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں، ان کے بیٹوں کے گھروں کو جلایا گیا۔ ماضی میں ایم ایم اے میں جو جماعتیں شامل تھیں، ان سب نے مشترکہ بیان بھی دیا ہے کہ یہ ملک دشمن قوتوں کی بڑی سازش ہو سکتی ہے کہ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کرائے جائیں۔ اس ضمن میں آپ کے علم میں ہے کہ چہلم کے موقع پر دس محرم کو کراچی اور ملک کے دیگر حصوں میں بڑے واقعات ہوئے۔ ان سارے واقعات کے پیچھے کون سی قوتیں کار فرما ہیں کہ اس طرح کے فسادات ہو رہے ہیں حالانکہ ہمارے ملک میں دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر کے درمیان ماضی میں اس طرح کی کشیدگی کبھی نہیں رہی۔ یہ کون سے لوگ ہیں جو ایسے جذبات کو ابھار کر فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ بالخصوص عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک اور متبرک موقع پر اس قسم کی وارداتوں کا ہونا تشویشناک ہے۔

جب بھی کوئی واقعہ ہوتا ہے تو فوراً ایسے لوگ میدان میں نکل آتے ہیں اور فسادات برپا کرتے ہیں، لوٹ مار کرتے ہیں، گھروں، بازاروں کو آگ لگانا شروع کرتے ہیں تو یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ ہمارے ملک میں پہلے ہی بہت سے issues ہیں، ایسے ایسے مسائل ہیں، ہم پہلے ہی law and order کے حوالے سے پریشان کن حالات سے گزر رہے ہیں۔ قبائلی علاقوں، سوات اور اس کے اطراف میں پورے پاکستان میں ایسے حالات ہیں اور اس قسم کے فرقہ وارانہ فسادات کو ابھارنے کی کوشش کرنا، عام لوگوں کی املاک کو نقصان پہنچانا باعث تشویش ہے۔ اس حوالے سے میری تمام دینی ،سیاسی جماعتوں ، بالخصوص پنجاب اور سندھ حکومتوں سے درخواست ہے کیونکہ زیادہ تر واقعات وہاں پر ہوئے ہیں کہ کم از کم وہ مذہبی طبقوں اور مسالک کو بلا کر ان میں یکجہتی کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں اور ایسے عناصر پر کڑی نظر رکھنی چاہیے۔ فیصل آباد میں جو واقعہ ہوا، ایک ایم این اے کی قیادت میں یہ جلوس گیا اور سب کچھ ہوا اور متاثرہ فریق، جن کے گھر جلائے گئے ہیں، اب تک ان کی FIR درج نہیں کی جا رہی، یہ بڑی زیادتی ہے۔ میں اس حوالے سے کسی کی favour نہیں کر رہا لیکن یہ ایک تشویشناک صورتحال ہے اور اگر

اس کو قابو نہیں کیا جاتا اور یہ فرقہ واریت پورے ملک میں پھیلی تو بہت بڑے نقصانات ہو سکتے ہیں اور ہمارا ملک اس وقت کم از کم اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ میری گزارشات تھیں تا کہ صوبائی حکومتیں ،سیاستدان، سیاسی و مذہبی جماعتیں اس کے حل کے لیے اور اس قسم کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کے لیے کوششیں کریں۔ شکریہ۔

Mr. Acting Chairman: Thank you. Afrasiab Khatak Sahib.

سینیٹر افراسیاب خٹک: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں آپ کے توسط سے حکومت کی توجہ ایک خبر کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو سنیچر کو اخبارات میں چھپی۔ اس میں کہا گیا ہے کہ سرحد پولیس کی bullet proof jacketsاسلام آباد ائر پورٹ پر پھنس گئیں ۔ یہ 3330 jackets 28th December, 2009 کو اسلام آباد ائرپورٹ پر پہنچی تھیں۔ ہماری پولیس کو ان جیکٹوں کی اشد ضرورت ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس دوران ہماری پولیس نے بہت قربانیاں دی ہیں، وہ اب بھی بڑی بہادری سے دہشت گردوں کا مقابلہ کر رہے ہیں لیکن دو ماہ سے یہ جیکٹیں اسلام آباد میں پڑی ہیں، ہماری وزارت داخلہ نے حساس ہونے کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا۔ اتنی زیادہ delay کی وجہ کوئی قانونی مسئلہ یا hitchہے تو اس کو حل کرنا چاہیے تھا لیکن اگر یہ جیکٹیں یہاں پڑی رہیں اور وہاں کسی پولیس والے کو خدانخواستہ گولی لگی اور جیکٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی جان چلی گئی تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ میں سمجھتا ہوں کہ وزارت داخلہ کو اس سلسلے میں فوری طور پر کارروائی کرنی چاہیے اور وہ جیکٹیں پولیس کو پہنچانی چاہییں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ وزارت داخلہ نے clear کرانی ہیں یا کسٹم نے کرانی ہیں؟

سینیٹر افراسیاب خٹک: نہیں جی، یہ وزارت داخلہ نے کرانی ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اچھا !وزارت داخلہ نے کرانی ہیں، طلحہ محمود صاحب نہیں ہیں، بخاری صاحب، اس چیز کا نوٹس لیں۔ ایک life saving چیز کو وہ clear نہیں کر رہے۔ آپ اس کا نوٹس لیں، میں پھر آپ سے بات کرتا ہوں۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: جناب! اس کو وزارت داخلہ نے نہیں، Ministry of Financeاور۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہاں، وہی ہے۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: ان دونوں کا معاملہ ہے they should resolve this issue.

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ in the larger interest اپنا role ادا کریں۔ Thank you. غلام علی صاحب۔

سینیٹر حاجی غلام علی: جناب چیئرمین صاحب شکریہ۔ جناب! میں بھی یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں بڑے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مذہبی ہم آہنگی کو تار تار کیا جا رہا ہے اور فرقہ واریت کو ہوا دی جا رہی ہے جیسا کی کراچی میں دس محرم، چہلم کے موقع پر اور اب بارہ ربیع الاول کے دن، جس دن پوری دنیا کے آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ روشنی بن کر آئے، اس دن بھی ہم نے لوگوں کے خون کیے۔ ڈیرہ اسمعیل خان، سندھ اور پنجاب میں یہ واقعات رونما ہوئے۔ میرے خیال میں بشمول تمام سیاسی جماعتوں کے وفاقی حکومت کو اسے سنجیدگی سے لینا چاہیے کہ جو لوگ یہ فضا جس طریقے سے بنا رہے ہیں، ان کو بے نقاب کیا جائے۔ ہماری intelligence agencies اس طرف توجہ دیں کہ محرم، عاشورہ، چہلم کے موقع پر مسلسل اس طرح کے واقعات ہو رہے ہیں۔ مسجدوں میں دھماکے ہو رہے ہیں، مدرسوں کو اڑا رہے ہیں تو آخر یہ کون ہیں؟ یہ کون لوگ ہیں جو کہ اس ملک کی مذہبی قوتوں اور عوام کو آپس میں لڑانے کی سازش کر رہے ہیں۔ اس کو سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ میری request ہو گی کہ تینوں صوبائی حکومتوں کو ایک اپیل جائے کہ آپ اس بارے میں خصوصی توجہ دیں، اگر یہ واقعات روز بروز بڑھتے رہے تو یہ ملک کے لیے بہت ہی نقصان دہ اور خطرناک بات ہو گی۔

میں دوسری بات یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جناب محترم وزیراعظم یوسف رضا گیلانی صاحب نے صوبہ سرحد کے Police Department کے لیے ایک package announce کیا تھا، اس کی ایک قسط release ہو چکی ہے اور انہوں نے دوسری قسط کے لیے request کی ہے لیکن ابھی تک وہ release نہیں ہوئی۔ میری یہ بھی request ہو گی کہ وزیراعظم یوسف رضا گیلانی صاحب نے جو package announce کیا تھا، اس کو اسی طرح فوری طور پر سرحد حکومت کو دیا جائے تاکہ ان کی مشکلات کا خاتمہ ہو سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جی۔ صفدر عباسی صاحب۔ میڈم سیمیں صدیقی صاحبہ ان کے بعد بولیں گی، ان کے بعد راجہ ظفرالحق اور پھر محمد علی رند صاحب بولیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب! میں آپ کے توسط سے کہوں گا، یہاں پر وزراء نہیں بیٹھے ہوئے لیکن Leader of the House موجود ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Leader of the House ہیں، آپ اسرار اللہ زہری کو وزیر نہیں سمجھتے، یہی تو tragedy ہے، یہ BNP والے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: Leader of the House punching bag بنے ہوئے ہیں، انہوں نے ہر وزارت کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھائی ہوئی ہے، میں ان سے request کروں گا کہ وزیروں سے کہیں کہ وہ یہاں House میں آ کر بیٹھا بھی کریں۔ جناب! میری عرض سوئی گیس کے bills کے بارے میں ہے، Sui Northern gas نے گزشتہ ایک ماہ یا دو ماہ میں ایک نئی policy بنائی ہے، وہ unit price سے ہٹ کر mmbtu price پر چلے گئے ہیں۔ جناب! اس وقت پورا Northern region اور خصوصاً پنجاب اور Frontier میں غدر مچا ہوا ہے۔ پچھلے مہینے کے جو bills آئے ہیں، وہ تقریباً 150% زیادہ ہیں، مطلب ہے کہ جو ایک household 500 روپے کی gas استعمال کر رہا تھا، تقریباً 1500 روپے کا bill ان کے سروں پر آ کے لگا ہے۔ کسی نے 5000 روپے کی gas استعمال کی تو ان کا تقریباً کوئی 12000, 13000 روپے کا bill آیا ہے۔ جناب! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ within one month کیا تبدیلی آئی ہے یا کس طریقے سے rates کو enhance کیا گیا ہے۔ میں آپ کے توسط سے بخاری صاحب سے request کروں گا، یہ ان کے اپنے حلقے کا بھی مسئلہ ہے اور ان کے اپنے region کا بھی مسئلہ ہے کہ یہ وہ Ministry of Petroleum کے ساتھ اس issue کو اٹھائیں اور Sui Northern gas کے ساتھ بھی اس issue کو اٹھائیں کہ انہوں نے کس طرح 150% across the board ایک ماہ میں بڑھا دیے ہیں۔ اس سے حکومت کے خلاف بہت شدید resentment build ہو رہی ہے اور کم از کم میری اطلاعات یہ ہیں کہ پنجاب کے مختلف شہروں میں gas کے bills کے بارے میں مظاہرے بھی ہو رہے ہیں، لوگ gas کے bills پھاڑ رہے ہیں۔ میں یہ request کروں گا کہ Leader of the House kindly جہاں اور بہت سے مسائل ان کے سامنے آ رہے ہیں، اس چیز کو لے کر اٹھیں اور Ministry of Petroleum کی اس طرف توجہ دلائیں اور Sui Northern کی توجہ دلائیں کیونکہ اس وقت اس issue پر بہت ہی زیادہ resentment ہے۔ جناب چیئرمین! بہت مہربانی، بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ان حالات کی وجہ سے Leader of the House شہر کی زندگی کو چھوڑ کر گاؤں چلے گئے ہیں کہ اگر gas کے bills کی اور سب کی یہی حالت ہے تو ادھر رہنا بہتر ہے۔ جی سیمیں صدیقی صاحبہ۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: میں House کی توجہ KESC کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ KESC نے ایک نیا department بنایا ہے جو RPD Department ہے، I believe وہ کوئی revenue procurement department ہے۔ وہ اس کے تحت گھر گھر جاتے ہیں، خاص طور پر جو غریب لوگ ہیں، کچی آبادیاں ہیں، وہاں جاتے ہیں اور meter کی checking کرتے ہیں اور کسی کو 50000 روپے کا bill بنا دیتے ہیں کہ آپ کا slow meter تھا، لہذا اب آپ 50000 روپے کا bill دیں، جس کا 2000 روپے کا bill آرہا تھا، اس کو bill دیا جاتا ہے اور جس کا 1400 روپے کا bill آتا ہے--- یہ کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ وہ ان کے پاس جائیں اور پھر ان سے بات کریں تو وہ کسی کی بات سنتے نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پہلے bill جمع کرائیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کا bill اگر 1500 روپے آرہا ہو اور اس کا meter بھی slow ہو تو بھی 53000 یا 54000 روپے کا bill نہیں آسکتا، ایک بات یہ ہے۔

دوسری طرف یہ ہے کہ وہاں شاہ لطیف ٹاؤن کی اتنی بڑی آبادی ہے، وہاں پورا کنڈا system چل رہا ہے اور KESC کے آدمی 840 روپے فی گھر لیتے ہیں لیکن وہاں KESC بجلی provide نہیں کرتی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا مطلب ہے کہ ان کا fix rate ہے۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: یہ بھتہ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اچھا، یہ بھتہ ہے۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: وہاں اتنا بھتہ لیتے ہیں اور جہاں پر legal connections لگے ہوئے ہیں وہاں پر جا کر زیادتی کرتے ہیں اور وہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جہاں پر connections بھی بالکل نہیں ہیں، آپ وہاں transformers لگائیں اور اس علاقے کو بجلی دیں اور properly bills لیں۔ جناب! اس RPD Department کے بارے میں معلوم کرنا چاہیئے۔ انہوں نے یہ ایک نیا محکمہ بنایا ہے۔

جناب! دوسری چیز یہ ہے کہ حکومت جب petrol کی قیمت بڑھاتی ہے تو 7 روپے اور 9 روپے کا اضافہ کر دیتی ہے اور جب کم کرنے کی بات کی آتی ہے تو 65 ,64 پیسے کی کمی کی جاتی ہے، 65 ,64 پیسے کیا معنی رکھتے ہیں، آج فقیر بھی 5 روپے سے کم بھیک نہیں لیتا تو یہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے برابر ہے، عوام اتنے بےوقوف نہیں ہیں۔ آپ نے اگر ان کو کچھ سہولت دینی ہے، benefit transfer کرنا ہے تو at least 4, 5 روپے کی تو کمی کریں جب آپ 7 روپے اور 9 روپے petrol and diesel پر بڑھاتے ہیں۔ کیا 64 پیسے میں bus کے کرائے کم ہو جائیں گے؟ عام آدمی کو تو وہی بڑھا ہوا کرایہ دینا پڑے گا۔ جناب! یہ فائدہ عام آدمی کو جانا چاہیئے، یہ حکومت کس طرح چل رہی ہے، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، عام آدمی کی بات کرتے ہیں اور عام آدمی ہی کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ شکریہ جناب۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ راجہ ظفر الحق صاحب on a point of order please.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! میں پچھلے دنوں Cairo گیا تھا تو ایک cultural exchange between Egypt and Pakistan تھا، اس کے تحت کوئی 45 کے قریب یہاں سے students الازہر university میں داخلے کے لیے بھیجے ہیں، ان کو کوئی ایک ڈیڑھ سال ہو گیا ہے اور خواہش یہی تھی کہ یہاں سے young students جائیں گے۔ یہاں جو ماحول ہے، اس سے ذرا باہر نکل کر بھی دیکھیں۔ یہ جو فرقہ واریت ہے، اس سے باہر بھی نکلنا چاہیئے۔ ان بچوں نے ایک یہ شکایت کی ہے کہ ہمیں تھوڑا تھوڑا stipend دینے کی لیے کہا گیا تھا کیونکہ کتابیں اور کھانا وغیرہ الازہر یونیورسٹی provide کرتی ہے اور رہائش بھی وہ provide کرتی ہے لیکن باقی بھی ضروریات ہوتی ہیں۔ ان بچوں کو کوئی سال، سوا سال سے یہاں سے stipend نہیں بھیجا گیا اور وہ بہت تکلیف میں ہیں۔ مصر میں پاکستان کا جو سفارت خانہ ہے، انہوں نے Government of Pakistan and Foreign Office کو لکھا ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس لیے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو بدنامی کا باعث ہے، بجائے اس کے کہ اس میں کوئی بہتری آئے تو میں Leader of the House سے کہوں گا کہ وہ Finance, Education یا جو بھی اس کا ذمہ دار ہے، ان سے بات کریں

اوران طالب علموں کا جو stipend ہے، وہ بھجوائیں تا کہ وہ باعزت طریقے سے رہ سکیں اور تعلیم حاصل کر سکیں۔

دوسری گزارش یہ تھی کہ جب 2005 میں یہاں زلزلہ آیا تھا تو پوری دنیا نے اظہار ہمدردی بھی کیا تھا اور امداد بھی دی تھی، پاکستان کے لوگوں نے بھی اس میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ آج جب Chile میں زلزلہ آیا ہے تو میری خواہش اس سلسلے میں یہ ہو گی کہ Senate کی طرف سے وہاں کی Parliament کو اظہار ہمدردی کا پیغام بھجوایا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی آپ نے بالکل درست کہا ہے، وہ دے دیں گے، please note کریں، وہاں ان کی Parliament کو دے دیں گے۔ میر محمد علی رند کا mike on کر دیں، جی میر محمد علی۔

سینیٹر میر محمد علی: شکریہ جناب چیئرمین، میں پی آئی اے کی flights کے متعلق کچھ بات کروں گا۔ گوادر، تربت اور پنجگور کے لیے پہلے کم از کم تین flights چلتی تھیں۔ اب جب کہ ہفتے میں تین flights کی کمی ہے۔ دو دن پہلے میں نے خود بھی گوادر میں flights کا انتظار کیا لیکن پھر بھی مجھے flight نہیں ملی۔ میں تربت سے جہاز میں بیٹھا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے کچھ دنوں سے جہاز میں ناشتہ اور کھانا بھی بند کیا ہوا ہے۔ پہلے تو ایک flight روزانہ کی تھی، کبھی دو بھی ہو جاتی تھیں لیکن ابھی حالت خراب ہے۔ اگر کوئی بیمار ہو تو بڑی پریشانی ہوتی ہے کہ مریض کو کیسے لے جائیں۔ تربت میں اگر کوئی عورت یا کوئی مرد، بچہ بیمار ہو جائے تو وہاں سے کوئی بس وغیرہ کی سروس بھی نہیں ہے کہ مریض کو بروقت کسی اچھے ہسپتال میں پہنچایا جا سکے۔ میری درخواست ہے کہ اس کی انکوائری کی جائے اور اس پریشانی سے وہاں کے لوگوں کو نجات دلائی جائے۔ میں نے لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ میں سینیٹ میں اس بات کو اٹھاؤں گا۔ شکریہ۔

Mr. Acting Chairman: Thank you. Now, I read the prorogation order.

In exercise of the powers conferred by Clause (1) of Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I hereby

prorogue the Senate session summoned on Tuesday, the 9th February, 2010 on the conclusion of its business.

Sd/=
(Asif Ali Zardari)
President

[The House was then prorogued sine die]